وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد 10	شمارہ 06	رمضان المبارک1437ھ	جون2016ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ حکمتِ بالغہ جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: جواد عمر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400روپے، قیمت فی شمارہ 40روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7630861-7630863

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	8
4	روزہ ایک جنگی ہتھیار	محمد وسیم	15
5	مقدمہ سیرۃ امام المرسلین ﷺ	ساجد محمود مسلم	18
6	وحدانی نظامِ تعلیم	حسان اکبر	30
7	مغرب، مسلم دنیا کی مشترکہ نفرت کا نشانہ کیوں؟	رضی الدین سیّد	39
8	معاشرتی جھگڑے اور حل	محمد حسین	46
9	آسمانی ہدایت کی نافرمان قوموں کا انجام	محمد منظور انور	53
10	تحفظِ حقوقِ نسواں، مسلم عورت سے مذاق ہے	بنت منظور انور	58
11	تبصرہ وتعارف کتب		62

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الم نشرح آیات 8 ، رکوع 1

اس سورۂ مبارکہ میں بھی رسول اکرم ﷺ سے خطاب ہے اور اُن خاص تین نعمتوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیں: ایک شرحِ صدر، دوسری وضعِ وِزر اور تیسری رفعِ ذکر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اطمینان دلایا ہے کہ جن مشکل حالات سے آپ اس وقت گزر رہے ہیں ان کے ساتھ ہی آسانی بھی آرہی ہے اور آپ کو ہدایت دی ہے کہ جب آپ فارغ ہوا کریں تو عبادت کی محنت میں لگ جایا کریں اور اپنے ربّ کی طرف متوجہ رہیں۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ O

(اے محمد ﷺ) کیا ہم نے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا؟

(بے شک کھول دیا ہے)

وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ O

اور آپ پر سے بوجھ بھی اُتار دیا

الَّذِیٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ O

جس نے آپ کی پیٹھ توڑ رکھی تھی

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ O

اور آپ کا ذکر بلند کیا

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا O

ہاں (ہاں) مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا O

(اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ O

تو جب آپ فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو

وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ O

اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

____

الراحمون یرحمهم الرحمن

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں اُن پر بڑا رحم کرنے والا' رحم کرتا ہے

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر — خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْنَا رَمَضَان

اے اللہ! رمضان ہمارے مقدر میں کر دے

آمین

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارْسِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اٰخِرَ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ، فَقَالَ:

ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِیْمٌ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ،

اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے

شَهْرٌ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ،

اس مبارک مہینے میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے

جَعَلَ اللّٰهُ صِیَامَهٗ فَرِیْضَةً وَ قِیَامَ لَیْلِهٖ تَطَوُّعًا

اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیئے اور اس کی راتوں میں کھڑے ہونے
(یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے

مَنْ تَقَرَّبَ فِیْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَیْرِ

جو شخص اس مہینے میں (اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے) کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا

كَانَ كَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاهُ

تو اس کو دوسرے زمانے میں فرض ادا کرنے کے برابر اس کا ثواب ملے گا

وَ مَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ

اور جو شخص اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے گا

کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ

وہ ایسے ہے جیسے دوسرے زمانے میں اس نے ستر فرض ادا کیے

وَ ھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَ الصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے

وَ شَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ

یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے

وَ شَھْرٌ یُزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ

اور اس مہینے میں مؤمن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے

مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا

جس نے اس مہینے میں کسی روزے دار کو افطار کرایا

کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃٌ لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ

اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا

وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَن یُّنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ

اور اس کو روزے دار کے برابر ثواب دیا جائے گا

بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے

قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَا یُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ

ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول!

ہم میں سے ہر ایک کو روزے دار کو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِی اللّٰهُ هٰذا الثَّوَابَ

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ

جو دودھ کی لسی یا پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزے دار کا روزہ افطار کروا دے

وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا

اور جو کوئی کسی روزے دار کو پورا کھانا کھلا دے

سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰی يَدْخُلَ الْجَنَّةَ

اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی

یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے

وَ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ

اور اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے

اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے

وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ

اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام کے کام میں تخفیف کر دے گا

غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَ اَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ

اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے آزادی دے گا

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

عالمی طاقتیں جنوبی ایشیا میں اسلام مخالف عناصر کو شہ دے کر نظریاتی تصادم کا ماحول پیدا کر رہی ہیں

انجینئر مختار فاروقی

1۔ عصرِ حاضر میں عالمی طاقتوں میں امریکہ سرفہرست ہے۔ عام طور پر 'طاقت' اپنا غلبہ چاہتی ہے مگر حالیہ ترقی یافتہ ممالک، اقوامِ متحدہ کے پانچ مستقل ارکان اور امریکہ آپس میں بقائے باہمی کے اصول کے تحت متحد ہو کر کسی نادیدہ قوت کے خلاف برسرِ پیکار نظر آتے ہیں۔ ان مغربی طاقتوں کے متحد رکھنے کے لیے کون 'سرمایہ' لگا رہا ہے اور کس مقصد کے تحت لگا رہا ہے یہ بات ابھی مبہم ہے اور موضوع بحث ہو سکتی ہے۔

2۔ امریکہ نے اپنے 'سنہری' اصولوں کے تحت حالیہ صدارتی امیدواروں کو اسلام کے خلاف بولنے کی جو آزادی دی ہے اس کے زیر اثر USA میں اسلام مخالف جذبات میں کئی گنا اضافہ محسوس کیا جا رہا ہے اور اندرونِ ملک آئے روز کسی نہ کسی جگہ مسلمان نوجوانوں اور بالخصوص خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ امریکہ کے ان داخلی 'اسلام مخالف' حالات کا اثر یورپی ممالک پر بھی پڑا ہے اور وہاں بھی فرانس، برطانیہ اور مشرقی یورپی ممالک میں اسلام فوبیا روز بروز بڑھ رہا ہے۔

3۔ ہمارے نزدیک امریکہ کے حالیہ صدارتی انتخابات میں 'اسلام فوبیا' زیادہ شدت سے سامنے آئے گا اور چاہے امریکی صدارتی امیدوار مصلحتاً مسلمانوں سے ووٹ لینے کے لیے 'توبہ' بھی کر لیں مگر در پردہ امریکی پالیسی کا ٹرینڈ وہی رہے گی جو حالیہ دنوں میں سامنے آ چکی ہے۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہی اسلام مخالف سوچ فلسطین میں اسرائیلی کارروائیوں سے نمایاں ہے۔ یہی عراق میں امریکی پالیسیوں سے جھلک رہی ہے۔ شام میں امریکہ، روس اور دوسرے STAKE HOLDERS بھی یہی کچھ کر رہے ہیں۔ شام سے نکلے ہوئے پناہ گزین (REFUGEES) 'اسلام فوبیا' کی پالیسی کا دوسرا رُخ ہے۔ یورپی ممالک میں دربدر ہونے والے لاکھوں پناہ گزین جس حال میں ہیں وہ UNO کے 'چارٹر'، انسانی حقوق کی تنظیموں اور انسان دوست دانشوروں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے یورپی ممالک ان مسلمانوں کو غیر قانونی طور پر ABSORB کر کے 'غلام' بنا کر رکھیں گے اور یورپی کارخانوں میں CHEAP BONDED LABOUR میسر آئے گی۔

میڈیا سے یہ واضح نہیں ہے کہ پناہ گزین کون ہیں۔ میڈیا اور 'آزاد میڈیا' بالخصوص اس مجرمانہ چشم پوشی کا خود ساختہ مجرم ہے۔ ہمارے نزدیک پناہ گزین اگر شیعہ مسلمان ہوتے تو کم از کم برادر ملک ایران ضرور اس مسئلہ کو عالمی سطح پر اُجاگر کرتا (اور وہ اس میں حق بجانب ہوتا) اگر یہ پناہ گزیں عیسائی ہوتے ـــــ تو مغربی میڈیا، یورپی ممالک اور UNO اور انسانی حقوق کی اسلام دشمن تنظیمیں آسمان سر پر اُٹھا لیتیں۔ چونکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا ہم سوچنے پر مجبور ہیں کہ یہ 'سُنّی مسلمان' ہیں اور شام کی قیادت عالمی طاقتوں کی ملی بھگت سے اسلام مخالف سوچ کے تحت ان کو شام سے جلاوطن کر رہی ہے اور انسانیت کھلی آنکھوں سے دیکھ کر بھی خاموش ہے۔

اسی 'اسلام فوبیا' کی امریکی پالیسی کا یہ شاخسانہ بھی سامنے آ گیا ہے کہ 'سعودی عرب' کے خلاف قانون پاس کر کے سعودی عرب کے شاہی خاندان کے پندرہ بیس ہزار ارب ڈالر کے اثاثے 'بحق سرکار ضبط' کرنے کا پروگرام درپردہ بن چکا ہے اس پر عمل درآمد کے لیے مختلف اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

4۔ جنوبی ایشیا میں افغانستان سے لے کر 'برما' تک مسلمانوں کے سامنے مغربی طاقتیں جس طرح اسلام مخالف اقدامات کر رہی ہیں، وہ جنوبی ایشیا کے امریکہ نواز مسلمان حکمرانوں کے علاوہ سب کو کھلی آنکھوں سے نظر آ رہے ہیں۔ افغانستان، پاکستان، بھارت، کشمیر، بنگلہ دیش، نیپال اور برما میں جو کچھ زمینی حقائق ہیں ان کو نظر انداز بھی کر دیں اور صرف اخباری اور الیکٹرانک

میڈیا کی رپورٹوں پر ہی نظر دوڑائیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مقصد، THEME اور ایجنڈا ایک ہی ہے یعنی 'اُمت مسلمہ' کی حوصلہ شکنی۔ تاہم عملی اقدامات حالات اور ماحول کے مطابق ہیں اور بظاہر احوال مغربی طاقتیں اپنے ایجنڈے میں کامیاب ہیں۔

5۔ برما میں صدیوں سے آباد مسلمانوں کو بے گھر کر کے 'اسلام سے تعلّق' کی سزا دی جارہی ہے جو اگرچہ UNO کے چارٹر کے خلاف ہے تاہم UNO تو اسرائیل کے سرفہرست صہیونی سرمایہ داروں کی لونڈی ہے اور امریکہ کی حکومت ان صہیونی سرمایہ داروں کا چوبدار۔ لہٰذا کسی اصول پرستی اور معقولیت کی توقع ہی فضول ہے۔ ہاں یہی معاملہ برما کے مسلمانوں کی بجائے کہیں 'عیسائیت' کا ہوتا تو آناً فاناً سارے صحیح اور غلط قوانین اور قانون نافذ کرنے والے ادارے حرکت میں آتے اور مسئلہ کب کا حل ہو چکا ہوتا اور 'برما' کو سزا مل جاتی۔

6۔ بنگلہ دیش ایک مسلم اکثریّت کا ملک ہے مگر اس کی قیادت بھارت اور امریکہ کی مرضی سے طے ہوتی ہے لہٰذا وہاں 'دوقومی نظریہ' اور 1947ء کی بھارتی دلخراش یادوں کو ہمارا پڑوسی ملک بھارت بھلانے پر آمادہ نہیں ہے۔ لہٰذا گزشتہ 60 سالوں میں وہاں دوقومی نظریہ اور اس کے علمبرداروں کے خلاف مختلف حیلوں بہانوں سے 'اپریشن' جاری ہے جس میں انتقامی رُجحانات غالب ہیں۔ وہاں 'پاکستانیّت' کے عنوان سے مظالم اور پھانسیوں کا سلسلہ جاری ہے اور اس جذبے کو دبانے کی کوششیں جاری ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ 'نظریہ' کبھی تشدد سے مرتا نہیں ہے بلکہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

7۔ بھارت میں مسلمانوں کی آبادی 20% ہے اور تعداد 20 کروڑ سے متجاوز ہے۔ بنگلہ دیش میں 'بہاری مسلمان' 1947ء کی ہجرت کی وجہ سے زیرِ عتاب ہیں کہ یہ لوگ 'باہر' کے ہیں۔ تاہم بھارت کے مسلمان تو نہ صرف بھارتی شہریت رکھتے ہیں بلکہ صدیوں سے وہیں آباد ہیں اور سب سے بڑی بات کہ بھارت کے مُحسن ہیں کہ انھوں نے تقسیم ہند کے وقت پاکستان کے بجائے بھارت کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ اگر یہ مسلمان بھی اس وقت کی بھارتی قیادت کی طفل تسلیوں میں نہ آئے ہوتے تو شاید بھارت کا جغرافیہ بہت چھوٹا ہوتا اور پاکستان کا بہت بڑا۔ موجودہ پاکستان کے ساتھ پنجاب سے لے کر مشرقی پاکستان تک مسلسل مسلم آبادی کا علاقہ ہے۔

مگر 'احسان' اور 'محسن' کے الفاظ کے معنی صہیونی ذہن کی طرح ہندو ذہن میں بھی یہی ہیں کہ ہاتھ میں آئے 'شکار' کو موقع ملنے پر ختم کر دو۔ بھارت کے مسلمان آج جس کسمپرسی، ظلم، ناانصافی، غصب حقوق، مذہبی منافرت اور نسل کُشی کی طرح کے اقدامات کے ساتھ مٹائے جانے کے خوف میں مبتلا ہیں اس کا کوئی جواز نہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس ظلم و تعدّی کا مداوا UNO اور جمہوریّت کا خود ساختہ چمپئن امریکہ کر سکتا تھا مگر وہ مظلوم اور متأثرہ فریق کی بجائے ظالم اور غاصب ہندو اکثریّت کے ساتھ ہے۔

8۔ کشمیر میں مسلمان تقسیم ہند کے برطانوی فیصلے کی حقیقی تنفیذ کے لیے UNO کے ایک 'لالی پاپ' 'استصواب رائے' کے لالچ میں دو نسلیں گزار چکے ہیں مگر صہیونی، امریکی اور بھارتی قیادتوں کے نزدیک انصاف، وعدے، اصول، UNO کا چارٹر اور انسانی حقوق کا وہ مفہوم نہیں ہے جو بے چارے پاکستان اور کشمیر کے مسلمان 'دوقومی نظریہ' کے مطابق سمجھ بیٹھے تھے اور اُمید لگائے زندگی گزار رہے ہیں۔

لگتا ہے بھارتی اور صہیونی قیادتوں سے انصاف کی اُمید ایک واہمہ سے زیادہ نہیں ہے۔ ایک ترقی پسند شاعر فیض احمد فیض نے ایسے ہی کسی موقع کے لیے کہا تھا کہ

؎ تم ناحق شیشے چن چن کر دامن میں چھپائے بیٹھے ہو
شیشوں کا 'مسیحا' کوئی نہیں کیا آس لگائے بیٹھے ہو

9۔ پاکستان میں 'نظریۂ پاکستان' کے ساتھ کیا ہو رہا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

☆ وہ ملک جس میں 97% مسلمان ہیں اور 'نظریہ یعنی 'دوقومی تشخص' کی بنیاد پر جمہوری انداز میں وجود میں آیا۔ مگر یہاں مغربی عالمی طاقت امریکہ بہادر نے برطانیہ سے ہماری آزادی ایک دن کے لیے دل سے قبول نہ کی اور روزِ اوّل سے دراندازی شروع کر دی پہلے شاہِ ایران کے ذریعے اور بعد ازاں براہِ راست۔

☆ جمہوری امریکہ بلکہ جمہوریت کا چمپئن دوسرے آزاد ملکوں میں مداخلت کا مجرم ہے اور پاکستان میں 56ء کے تحت آئینی حکومت کا بستر گول کرا کے خود اقتدار سنبھال کر مارشل

لگانے والے جنرل ایوب خان کی حمایت اور دس سال سرپرستی کرنا پاکستان کے عوام سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ جنرل ایوب خان کے ذریعے سندھ طاس معاہدہ ملکی دریاؤں کو بیچنے کا جرم تھا جو امریکی اشیر باد پر کیا گیا اور UNO کی خاموشی دراصل 'مسلم دشمنی' ہی تھی۔

☆ کشمیر میں استصوابِ رائے نہ ہونے دینا امریکہ اور صہیونیت کے دوہرے معیارات اور مسلم دشمنی کا بیّن ثبوت ہے۔

☆ 1971ء میں بھارت کی سرپرستی میں ہمارا ملک دوٹکڑے ہوگیا امریکہ کی 'نیم رضا' اور اشیر باد اس منحوس عمل میں بھی شامل تھی۔

☆ بھٹو کی پھانسی سے لے کر آج تک امریکی حکومت مستقل مداخلت کر کے ہمارے نظریاتی تشخّص کو مسخ کر رہی ہے۔

☆ مصوّرِ پاکستان اقبال کے تذکرے تک کو تعلیمی نصاب سے خارج کر دیا گیا ہے تا کہ ملک کے مسلمان اپنے نظریہ اور قیامِ پاکستان کے مقصد کو بھول جائیں۔

..................اور مزید درجنوں اسی طرح کی مثالیں موجود ہیں۔

10۔ پاکستان سے دوستی کے لبادے میں اتنی دشمنی یا ہندو کرسکتا ہے یا یہودی۔کوئی اور انسان اتنا گرا ہوا کردار ادا نہیں کرسکتا ہے۔حقیقت یہی ہے کہ امریکہ کی دشمنی کر کے تو کئی ملک زندہ ہیں اور باغیرت زندگی گزار رہے ہیں جیسے کیوبا اور حالیہ مثال ایران ہے مگر امریکہ سے دوستی کر کے کوئی ملک ترقی کر گیا ہو اور بچ گیا ہو یہ ناممکن ہے۔زندہ مثال سعودی عرب کی ہے۔آئندہ چند سالوں میں امریکہ اس دیرینہ دوست کو دنیا میں نشانِ عبرت بنانے والا ہے اور اس کے اثاثے 15,000 ارب ڈالر (بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ) شیرِ مادر سمجھ کر ہڑپ کرنے جا رہا ہے۔

11۔ افغانستان میں پہلے برطانیہ نے مداخلت کی اور منہ کی کھائی۔پھر روس نے چڑھائی کردی اور خود نیست و نابود ہوگیا۔یہاں کے عوام میں ویسا ہی آزادی کا جذبہ ہے جیسا جذبہ اٹھارھویں صدی میں امریکہ کے عوام نے برطانوی سامراج کے غاصبانہ تسلّط سے آزادی کے لیے جارج واشنگٹن کی قیادت میں دکھایا تھا جس کی برکات سے آج امریکی عوام اور حکومت مستفید

ہو رہے ہیں۔ افسوس کہ امریکی حکومت، کانگریس اور عوام نے جارج واشنگٹن کے نقش قدم اور اصولوں پر چل کر دنیا بھر کے ملکوں میں آزادی کی تحریکوں کی سر پرستی کی بجائے برطانوی استعمار اور سامراج کے نقش قدم پر چلتے ہوئے افغانستان میں چڑھائی کر دی اب 9/11 کے بعد سے افغانستان کے عوام امریکی استعمار کے خلاف جارج واشنگٹن کے سے جذبے سے لڑ رہے ہیں مگر وہ 'دہشت گرد' ہیں۔ برطانوی سامراج کی طرح امریکی سامراج بھی افغانستان سے بالآخر جائے گا مگر حد درجہ ذِلت وخواری کے ساتھ۔

مذاکرات کے دور جاری ہیں اور سامراج، افغانستان کے نہتے عوام کے نمائندے افغان طالبان پر مظالم ڈھا رہا ہے کہ وہ مذاکرات کامیاب نہیں ہونے دے رہے۔ ڈرون حملے کراتا ہے ملکوں کی سرحدوں کو پامال کرتا ہے اور پھر دنیا بھر میں 'پاک دامنی' کا دعویدار بھی ہے۔

12۔ برما سے لے کر افغانستان تک مسلمانوں، اسلامی تشخّص، دوقومی نظریہ، مفکّر پاکستان علامہ اقبال، فکرِ اقبال، پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن مجید کے خلاف اپنے ملک میں شہ دے کر کیا کچھ نہیں کراتا۔ اس کا تذکرہ ہی باعث شرم ہے۔ پاکستان کا ایک بظاہر 'مسلمان گورنر' 'تحفظ ناموسِ رسالت' کے قانون کو کالا قانون کہے۔ یہ جسارت امریکی اشیر باد کے بغیر ممکن نہیں۔

انجہانی سلمان تاثیر کے بیٹے کے اغوا کے بعد رہائی اور سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے بیٹے کے اغوا کے بعد رہائی، ایسا ڈرامہ ہیں کہ اس کی تفصیلات سامنے آنے میں کچھ دیر لگے گی اس تیر سے نظریۂ پاکستان اور مسلمانانِ پاکستان کے خلاف کونسی چال چلی جائے گی اس سے اللہ کی پناہ۔

13۔ ہماری آرزُو ہے کہ امریکہ کی بے رُخی اور حالیہ ڈرون حملہ کرنے سے یہ موقع ہاتھ آیا ہے کہ پاکستان امریکی دوستی کی چھتری سے جلدی باہر آ جائے اور پابندیاں برداشت کر کے ایک خوددار، باوقار اور بااصول نظریاتی ریاست کا ثبوت فراہم کرے اور اپنے نظریاتی تشخّص کی منزل کی طرف سفر کو آگے بڑھائے۔ مغرب نے یہ حملہ پاکستان کو غصہ دلا کر کوئی غلطی کا ارتکاب کرانے کے لیے کیا ہے۔ تاہم پاکستان کو کوئی اور غلط اقدام کرنے کی بجائے امریکی دوستی کا ہاتھ ضرور جھٹک دینا چاہیے اور ہو سکے تو UNO کو وارننگ دے کر اس سے بھی الگ ہو جائے۔

امریکی اور صہیونی طاقتیں جنوبی ایشیا میں جو کچھ کر رہی ہیں اس سے
خطے میں برطانوی سامراج کے جنوبی ایشیا میں آخری سالوں اور تقسیم ہند کے ابتدائی سالوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ یہ نظریاتی تصادم ایک ہولناک جنگ کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کی روایات میں ایک جنگ کی پیش گوئی درج ہے جو 'غزوۃ الہند' کے نام سے موسوم ہے اور حالات اسی کی طرف جا رہے ہیں۔ اگر اس نظریاتی تصادم کے نتیجے میں 'تنگ آمد بجنگ آمد' والی کیفیت پیدا ہوگئی تو اس جنگ میں ایک طرف امریکہ اور اس کے نمک خوار، حامی اور دوست ہوں گے اور دوسری طرف نظریۂ پاکستان، اسلام اور ناموسِ رسالتؐ کے پروانے۔ واللہ اعلم۔

عسکری امور کے نامور ماہر، کئی کتب کے مصنف، مترجم اور منفرد اسلوب
کے ادیب لیفٹیننٹ کرنل (ر) غلام جیلانی خان کا خصوصی مضمون

روزہ ایک جنگی ہتھیار

ترتیب : محمد وسیم

(ماہنامہ پیامِ آگہی فیصل آباد، جولائی 2015ء)

فوجی اصطلاح میں روزے کو ایک قوت افزا (فورس ملٹی پلائر) بھی کہا جاتا ہے۔ بعض ملٹری سازوسامان، گولہ بارود اور حتیٰ کہ غیر مادی اشیاء ایسی بھی ہیں جن کو کام میں لا کر فوجی قوت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ان ''غیر مادی اشیاء'' میں روزہ بھی ایک ایسی غیر مادی شے ہے جسے فوج کا ''قوت افزا'' کہنا کچھ ایسا ناموزوں نہیں ہوگا۔

اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ روزہ دار کو سحری کھا کر دن بھر شکم پروری کی حاجت نہیں رہتی اور اگر اس طرف رجحان ہو بھی جائے تو حکم ربی راستے میں حائل ہو جاتا ہے۔ روزہ دار فوجی سارا دن بھوکا پیاسا رہ کر بھی جان توڑ کر لڑ سکتا ہے (ویسے بھی مثل مشہور ہے کہ بھوکا بٹیرا زیادہ بہتر لڑتا ہے)۔

ڈاکٹر لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ آدھا بھوکا ہونا پوری شکم سیری سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ شکم سیری میں کھانے کا ''خمار'' نیند آور ہوتا ہے اور سپاہی پیٹ بھر کر کھانے کے بعد سست الوجود ہو جاتا ہے۔ فوج کے لیے روزے کے قوت افزا ہونے کا یہ ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو اس فوجی قوت افزا کا یہ ہے کہ جوں جوں دوپہر ڈھلتی ہے اور شام ہونے کو آتی ہے، روزہ دار سپاہی اپنا دن بھر کا تفویض کردہ ٹاسک مکمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

دورِ حاضر جنگ وجدل کا بارودی اور میکانائزڈ دور ہے۔ اس سے قبل صدیوں تلک

لڑائی کا دورانیہ صبح سے شام تک ہوتا تھا۔علی الصبح صفیں ترتیب دی جاتیں،لڑائی کا آغاز ہوتا اور شام تک فیصلہ ہو جاتا۔ اگر نہ بھی ہوتا تو شام پڑنے پرلڑائی بند کر دی جاتی۔طرفین کو اپنے زخمی لے جانے اور لاشیں اٹھانے کی اجازت ہوتی۔اگلی صبح از سرِ نو میدانِ جنگ سجایا جاتا اور کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ بارودی دور سے ماقبل دور میں مسلم سپاہ کی کامیابیوں کی ایک وجہ اس کا روزہ دار ہونا بھی تھا۔

غزوۂ بدر میں اگرچہ حضورﷺ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی تھی کہ دل چاہے تو روزہ رکھیں، چاہے تو نہ رکھیں۔لیکن تاریخوں میں مذکور ہے کہ مسلم لشکر(313افراد) جب مدینہ سے جانب بدر روانہ ہوا تو رمضان المبارک کی گیارہ یا بارہ تاریخ تھی اور جب میدانِ بدر میں پہنچنے کے بعد لشکر قریش سے مقابلہ ہوا تو رمضان کی 17 تاریخ تھی اور سارے مسلمان روزے سے تھے!اسی روز 1436 برس پہلے سن 2 ہجری میں حق وباطل کے اس اوّلین معرکے میں مسلمانوں کو خدا نے فتح سے ہمکنار کیا۔

اسلام سے پہلے مختلف ادیان میں بھی روزے فرض کیے گئے۔عیسائی اور یہودی بھی روزے رکھتے ہیں لیکن ان کے روزوں اور ہمارے روزوں کے مابین دوسرے اختلاف کے علاوہ ایک اختلافی پہلو یہ بھی ہے کہ جہاں عیسائی اور یہودی لوگ روزے کو ایک عبادت گردانتے ہیں وہاں مسلمان اس کو دینی عبادت کے ساتھ ساتھ ایک جنگی عبادت بھی سمجھتے ہیں۔

میری نظر میں روزے کا ایک روحانی اور نفسیانی اختصاص یہ بھی ہے کہ روزہ ہماری زندگی کے روزمرہ معمولات کو توڑتا اور درہم برہم کرتا ہے۔ہم پورے گیارہ ماہ تک کھانے پینے کے ایک بندھے ٹکے معمول پر عمل کرتے ہیں۔خاص طور پر سحری کا کھانا، پورے ایک ماہ تک ناشتے یا دوپہر کے کھانے کا معمول توڑ دیتا ہے۔پورا دن غروبِ آفتاب تک کھانے اور پینے سے اجتناب کرنا بھی ایک دوسرا ''معمول شکن'' عطیۂ خداوندی ہے۔

خدا کا حکم ہے کہ رات کے پچھلے پہر جاگو اور ایک دو گھنٹوں کے اندر اندر کھانا (سحری) ختم کرو۔پھر سارا دن کھانے پینے کی ممانعت کا حکم ہے اور جونہی سورج غروب ہو،ممانعت طعام خوری کا یہ حکم ٹوٹ جاتا ہے۔

1982ء میں میری پوسٹنگ آرمی برن ہال سکول ایبٹ آباد میں بطور ایڈمنسٹریشن آفیسر کی گئی۔ وہاں بہت سا انتظامی اور تدریسی عملہ مسیحی تھا۔ مسن ٹریسا انھی میں سے ایک مہذب خاتون تھیں۔ ماہ رمضان آیا تو ایک دن مسن ٹریسا نے میرے آفس آ کر پوچھا: ''میجر صاحب! آپ روزے میں رات کو کیوں کھانا کھاتے ہیں؟ مجھے معلوم نہ تھا کہ مسیحی ایامِ روزہ میں سحری نہیں کھاتے۔ میں نے کہا: '' آپ کے مذہب میں روزوں کا حکم ہے۔ آپ لوگ سحری کیوں کھاتے ہیں؟'' اس نے بتایا کہ ہم مسیحی لوگ سحری نہیں کھاتے۔ ہم رات کا کھانا کھانے کے بعد اگلی شام تک روزے سے رہتے ہیں۔ یعنی ان کا روزہ 24 گھنٹے کا ہوتا ہے...... اور ہمارا زیادہ سے زیادہ 15، 16 گھنٹے کا...... میں ابھی مسن ٹریسا کے جواب پر حیران ہو رہا تھا۔ کہ وہ خود کہنے لگی: ''میجر صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ ماضی میں مسلمانوں کی جنگی کامیابیوں کا اصل راز ''سحری'' کھانے میں تھا۔ آپ لوگ سحری کھا کر میدانِ جنگ میں اترتے تھے جبکہ مسیحی آرمی (روزوں کے دوراں) رات بھر کی بھوکی ہوتی تھی اس لیے تو آپ روزوں میں ہم سے جیت جاتے تھے اور ہم اپنے روزوں میں ہار جاتے تھے۔

مُقدّمَہ

سِیرَۃ اِمَام الْمُرسَلِین ﷺ

ساجد محمود مسلم

تاریخ اسلام

سیرۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تیسرا مصدر و ماخذ تاریخ اسلام ہے۔ تاریخ اسلام سے ہماری مراد وہ علم ہے جس میں ظہورِ اسلام کے زمانے اور مابعد کے احوال وحوادث کو زمانی ترتیب پر بیان کیا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام کا اوّل وافضل زمانہ خود نبی اکرم ﷺ کا مبارک زمانہ ہے، لہٰذا سب سے پہلے اسی زمانہ سے متعلق معلومات جمع کی گئیں۔ تاریخ اسلام کی اوّلین کتب نبی ﷺ کے سوانح، وقائع، شمائل، خصائص اور دلائل (معجزات) وغیرہ کے تذکرہ مبارکہ پر مشتمل ہیں۔ تاہم کتبِ سیرت کے بعد وہ کتبِ تاریخ منصۂ شہود پر آئیں جن میں عموماً ابتدائے آفرینش سے لے کر رسول اللّٰہ ﷺ کے دورِ سعید اور بعد کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ان کتب تاریخ میں انبیائے سابقین علیہم السلام، نبی آخرالزمان ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اَتباعِ تابعین، خلفاء و سلاطین اور ملوک قدیم وغیرہ کے سوانح ووقائع جمع کیے گئے ہیں۔ تاریخ اسلام پر جو عظیم الشان کام خیرالقرون میں سرانجام دیا گیا اُس کی ایک جھلک درج ذیل سطور میں دکھائی گئی ہے۔

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ سیرت النبی ﷺ کی قدرومنزلت اور اہمیت سے کون

واقف ہوگا؟ سیرت النبیؐ کے عینی شاہدین و امین صحابہ کرامؓ ہی تو ہیں۔ چنانچہ ان سے بڑھ کر سیرت کا جاننے والا اور کوئی فردِ بشر نہیں ہوسکتا۔ یہی سبب ہے کہ انھوں نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی سیرت کی تعلیم اور حفاظت پر خاص توجہ دی۔ رسول اکرم ﷺ نے جہاں دعوت وتبلیغ کے ذریعے کفار کے عقائد باطلہ کا ردّ کیا اور انھیں دینِ حق کی طرف بلایا وہیں، معاندین حق کی سرکوبی کے لیے کفار سے جنگیں بھی کرنا پڑیں۔ چونکہ غلبۂ اسلام میں ان جنگوں نے اہم کردار ادا کیا، اس لیے صحابہ کرام کے نزدیک ان جنگوں کی بہت اہمیت تھی۔ عربی میں جنگوں کے لیے خاص اصطلاح 'مغازی' استعمال ہوتی ہے، اس لیے اس دور میں سیرت النبی کے لیے المغازی کی اصطلاح مشہور ہوگئی۔ یہی اصطلاح قرون اولیٰ کی اکثر کتبِ سیرت کا عنوان بنی، نیز کتبِ حدیث میں خاص سیرت النبی پر مرتب کیے گئے ابواب کو عموماً کتاب المغازی کا عنوان دیا گیا۔ یہاں تک کہ علم المغازی، علم الحدیث کا ایک مستقل شعبہ قرار پایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک سیرت النبی کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لیے درج ذیل دو مثالیں کافی ہیں:

1۔ امام زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے مغازی وسرایا ہمیں ایسے سکھائے جاتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھائی جاتی تھی۔ (71)

2۔ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ہمیں مغازی وسرایا رسول ﷺ سکھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے میرے بیٹو! یہ تمہارے آباء واجداد کے آثار ہیں، انہیں بھلامت دینا۔ (72)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی نجی مجالس میں اور مسجد کی اجتماعی مجالس میں اکثر نبی ﷺ کے سوانح ووقائع کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس میں احادیث رسول کا تذکرہ نہ کیا جاتا ہو۔ سیرت النبی ﷺ کا بیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محبوب مشغلہ تھا۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے خود کو اسی مبارک عبادت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علوم اسلامیہ کے ہر شعبہ کے ماہرین موجود تھے، علم القراءت، علم التفسیر، علم الحدیث، علم الفقہ، علم القضاء، علم الفرائض، علم الادب کے ساتھ ساتھ علم المغازی کے

ماہرین و متخصصین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نمایاں تھے۔ ان میں سے علم المغازی کے چند ماہرین کا اجمالی تذکرہ آئندہ سطور میں کیا جا رہا ہے۔

سیّدنا عبداللّٰہ بن عباس رضی اللہ عنہ (م ۷۸ھ)

ترجمان القرآن، حبر الامۃ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، جو اجتماعی مجالس کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نجی مجالس میں بھی شریک ہوتے تھے، چنانچہ آپ سیرتُ النبی کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ ہر شام صلوٰۃ العصر کے بعد سیرت النبی کا درس دیا کرتے تھے۔(73) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ہفتے کا ایک دن تعلیم سیرت کے لیے بھی وقف کر رکھا تھا۔ (74) زمانہ قبل از ظہورِ نبوت کے اکثر حالاتِ نبوی انہی سے مروی ہیں، جو انھوں نے اکثر اپنے والد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب سے سنے تھے۔ مسند احمد میں ان سے ایک ہزار سات سو (مع مکررات) کے قریب احادیث مروی ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما (م ۶۳ھ)

سیّدنا عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا صحیفہ صادقہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی کتاب کہلانے کا مستحق ہے، کیونکہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات قلمبند کر لیتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ صحیفہ فطری طور پر زمانی ترتیب پر مرتب ہوا۔ تاہم اس صحیفہ میں عموماً مدنی دور کے واقعات ہی رقم ہو سکے ہیں، کیونکہ سیّدنا عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہما تقریباً ۴۳ میلادالرسول (۳ نبوی) میں پیدا ہوئے اور ہجرت کے ذرا پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ احایث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اکابر صحابہ کرام سے سن کر مکی دور کے حالات کا علم بھی حاصل کیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ کتب حدیث میں ان کی وہ مرویات بھی شامل ہیں جن میں مکی دور کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً ملاحظہ کیجیے صحیح البخاری: کتاب مناقب الانصار۔(75)

سیّدنا عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہما (م ۷۳ھ)

سیّدنا عبداللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت کے ساتھ احادیث روایت کی ہیں ان سے صرف مسند احمد میں دو ہزار (مع مکررات)

سے زائد احادیث منقول ہیں، جن میں مکی و مدنی دونوں اَدوار کے حالات و وقائع مذکور ہیں۔ آپ بھی تقریباً ۴۳ میلاد النبی (۳ نبوی) میں پیدا ہوئے اور اپنے والد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ اِتباعِ سنت میں اس قدر سخت تھے کہ لوگوں کو آپ کے مجنون ہونے کا گمان ہوتا۔ آپ کے شاگرد ابوبکر محمد العمری بیان کرتے ہیں کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کثرت سے فرماتے تھے اور جب بھی ان کا تذکرہ فرماتے، آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔(76)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ السابقون الاوّلون اور راسخون فی العلم میں سے ممتاز صحابی رسول رضی اللہ عنہ ہیں۔ مرد حضرات میں سے اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ غرض آپ نے ابتدائے نزولِ قرآن سے لے کر وفات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام حوادث کا مشاہدہ کیا۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قرآن حکیم کی ہر آیت کے بارے میں علم ہے کہ وہ کب کہاں اور کن حالات میں نازل ہوئی۔(77)

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م ۵۷ھ)

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی ہیں جو اپنی رخصتی سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ان کی خدمت کرتی رہیں، اس طرح آپ کو تقریباً آٹھ سال پانچ ماہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر عائلی اور ازدواجی معاملات آپ سے ہی مروی ہیں۔ مذکورہ بالا صحابہ کی طرح آپ بھی مکثرین حدیث میں شمار ہوتی ہیں۔(78) مسند امام احمد میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کی تعداد (مع تکرار) دو ہزار چار سو سے زائد ہے۔

دورِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم:

تابعین سے مراد وہ ہستیاں ہیں جنھوں نے براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسب فیض کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ان تلامذہ کو محض علم ہی منتقل نہیں کیا، بلکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تقویٰ و تدیّن بھی تحفے میں دیے۔ جن تابعین نے علمِ سیرت میں نام پیدا کیا ان میں سے بعض کا تذکرہ

اجمالاً پیش خدمت ہے۔

امام عروہ بن زبیر بن العوام رحمۃ اللہ علیہ (م۹۴ھ)

حواریٔ رسول سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور سیّدہ اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے امام عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلافت فاروقی کے آخری ایام میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ووالدہ کے علاوہ سیّدہ عائشہ صدیقہ، سیّدنا علی ابن ابی طالب، سیّدنا ابوہریرہ، سیّدنا زید بن ثابت، سیّدنا اسامہ بن زید، سیّدنا حکیم بن حزام، سیّدنا عبداللہ ابن عباس، سیّدنا عبداللہ بن عمر، سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور دوسرے بہت سے صحابہ سے کسبِ فیض کیا۔ کتب حدیث وسیرت میں آپ کی سینکڑوں مرویات منقول ہیں۔ آپ نے اپنا علم سیرت قلمبند کر رکھا تھا اور کثرت کے ساتھ واقعات سیرت بیان فرماتے تھے۔ امام محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے براہِ راست علمِ سیرت سیکھا۔ صرف مسند امام احمد میں آپ کی ایک سو کے قریب مرویات وارد ہوئی ہیں۔ آپ کا شمار اہل مدینہ کے اجل وافضل علماء میں ہوتا تھا۔ امام ابن تیمیہ الحنبلی نے تصریح کی ہے کہ علم سیرت کے سب سے بڑے عالم اہل مدینہ ہیں۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں کیا جاتا ہے۔(79) ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے ابوالاسود کی روایت سے امام عروہ بن زبیرؒ کی مرویات ''مغازیٔ عروہ بن زبیر'' کے نام سے الگ جمع کردی ہیں، جسے مکتب التربیة العربی لدول الخلیج نے شائع کیا ہے۔

امام ابان بن عثمان بن عفان رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵ھ)

امام ابان بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ثالث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے برگزیدہ سپوت تھے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ خلافت میں نو سال حاکمِ مدینہ کے عہدہ پر فائز رہے۔ اہل مدینہ کے جلیل القدر علمائے حدیث میں سے تھے۔ علم سیرت سے خاص شغف رکھتے تھے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ کی خلافت میں ولی العہد تھا، جب وہ ۸۲ھ میں حج کے لیے مکہ آیا تو اس نے امام ابان بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے سیرت کی ایک کتاب لکھ دیں، چنانچہ انہوں نے ایک کتاب سیرت لکھ کر سلیمان بن عبدالملک کو تحفہ میں دی۔ اگرچہ یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچ سکی، تاہم یقیناً یہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ نمونہ رہی ہوگی۔(80)

امام زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴ھ)

شہیدِ مظلوم سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ امام عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر اور قریبی دوست تھے اور آپس میں سیرت کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ آپ علم وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وحکمت کے امین تھے۔ اہل بیت کے علاوہ سیّدنا عبداللہ بن عمرؓ اور سیّدنا ابوہریرہؓ سے بھی کسب فیض کیا۔ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۵ھ) فرماتے تھے کہ حدیث کی صحیح ترین سند وہ ہے جس میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے وہ اپنے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد علی بن ابوطالب سے روایت کریں۔(81)

اگرچہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ قلیل الحدیث ہیں، تاہم کتب سیرت میں بہت سی اہم روایات آپ سے منقول ہیں آپ کے بیٹے امام ابوجعفر الباقر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول سیرت کے اکثر وقائع آپ سے ہی مروی ہیں۔ آپ کے قلیل الحدیث سمجھے جانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آپ نے صحرائے کربلا میں اہل بیت پر ہونے والے ظلم وستم کا سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ ظلم وبربریت کے یہ مناظر آپ کے ذہن پر ثبت ہوگئے تھے، جس شخص کے سارے گھر والے اور اعزہ واقارب اس کی آنکھوں کے سامنے یوں بے دردی سے شہید کردیے جائیں، اس کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی؟ ہم اس کا ادراک بھی نہیں کرسکتے۔ محض بیس بائیس سال کی عمر میں اس قدر شدید صدمات کا سامنا کرنے کے بعد آپ نے بقیہ زندگی تقریباً عزلت نشینی میں بسر کی تاہم اپنی اولاد کو علومِ نبویہ منتقل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔(82)

امام سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴ھ)

امام سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ خلافت فاروقی کے دوسرے سال کے اختتام پر پیدا ہوئے۔ علم وفضل کے اعتبار سے کبار تابعین میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ نے سیّدنا عثمان بن عفان، سیّدنا علی، سیّدنا ابوہریرہ، سیّدنا عباس، سیّدنا عبداللہ بن عمر اور سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے علومِ نبویہ سیکھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مدینہ منورہ کے سب سے ممتاز مفتی تھے۔ حق گوئی اور دیانت آپ کا امتیازی وصف تھا۔ فقہ، تفسیر، حدیث، سیرت اور ایام العرب کے ممتاز عالم تھے۔

کتب سیرت میں جابجا آپ کی مرویات منقول ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث وسیرت میں آپ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ آپ فقہائے سبعہ میں سے تھے۔(83)

امام مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳ھ)

امام التفسیر والحدیث امام مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تیس بار قرآن پڑھا ہے اور ہر بار میں نے ان سے ہر آیت کے شانِ نزول اور معانی واسرار سیکھے۔ مذکورہ صحابی کے علاوہ آپ نے سیّدنا عبداللہ بن عمر، سیّدنا ابوسعید الخدری اور سیّدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے کسب فیض کیا۔ آپ کا شمار ان کبار تابعین میں ہوتا ہے، جو علومِ نبویہ کے جلیل القدر امام تھے۔ کتب تفسیر آپ کے اقوال سے بھری پڑی ہیں کیونکہ آپ کو علم التفسیر میں حجت مانا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں آپ علم سیرت کے بھی امام تھے، کیونکہ تفسیر القرآن سیرت کا اہم ماخذ ہے۔(84)

امام سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۶ھ)

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پوتے امام سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان فقہائے سبعہ میں ہوتا ہے، جو مدینہ منورہ کے سب سے زیادہ جلیل القدر مفتی تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق بن ابراہیم الحنظلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کی سب سے زیادہ صحیح سند وہ ہے جس میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کریں۔ آپ نے زیادہ تر اپنے والد عبداللہ بن عمر، سیّدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اکتسابِ علم کیا۔(85)

امام ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ (م۹۰ھ)

امام ابوالعالیہ رُفیع بن مہران الریاحی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر، حدیث اور سیرت کے بلند پایہ امام ہیں۔ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ان کی وفات کے دوسال بعد خلافت صدیقی میں اسلام قبول کیا۔ آپ نے سیّدنا ابوبکر صدیق اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کا زمانہ بھی پایا بلکہ خلیفہ ثانی کے اقتداء میں صلوٰۃ ادا کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ نے سیّدنا عمر بن خطاب، سیّدنا اُبی بن کعب، سیّدنا ابوذر الغفاری، سیّدنا عبداللہ بن مسعود، سیّدنا عبداللہ بن عباس، سیّدنا زید بن ثابت، سیّدنا ابوموسیٰ

الاشعری، سیّدنا ابوایوب الانصاری اور سیّدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے کمال فیض حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد علم التفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے صرف سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے تین بار مکمل قرآن پڑھا اور اس کی تفسیر سیکھی۔ امارتِ بصرہ کے ایام میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کو اپنے برابر تخت پر بیٹھاتے تھے، جبکہ قریشی زعماء نیچے چٹائی پر بیٹھے ہوتے تھے۔ امام ابوذرعہ الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی توثیق کی ہے۔ علم کے ساتھ ساتھ تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔(86)

امام ابوعمر عامر الشعبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳ھ)

امام ابوعمر عامر بن شراحیل الشعبی رحمۃ اللہ علیہ خلافت فاروقی کے دوران ۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حدیث و سیرت کے بے مثال عالم تھے۔ آپ نے تقریباً پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ جن میں سے سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن جریر بن عبداللہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ کمالِ فیض پایا۔ آپ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے شیخ تھے۔ صحابہ کرام کے دورِ سعید سے مسند افتاء پر فائز تھے۔ علم سیرت کی باقاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں عہدۂ قضا پر بھی متمکن رہے۔ آپ نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔ تحصیل حدیث کے لیے آپ قلم دوات کے محتاج نہ تھے۔ کسب کمال کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال گزر گئے میں نے اپنے سے زیادہ عالم بالحدیث نہیں پایا۔ امام ابراہیم النخعی (م ۹۵ھ) جیسے جلیل القدر فقیہ و محدث آپ کے لیے اپنی نشست خالی کر دیتے تھے۔(87)

امام محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴ھ)

امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ ۵۰ ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ علوم کا قدیم مرکز ہے، چنانچہ آپ نے یہیں پر علوم دینیہ کی تحصیل کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت قوی حافظہ عطا فرمایا تھا جس کی نظیر صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ آپ کے حافظہ کی سرعت وقوت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے صرف اسّی (۸۰) دنوں میں مکمل قرآن حفظ کر لیا تھا۔ فنِ قرأت و کتابت اور اعرابِ قرآن سیکھنے کے بعد آپ تحصیل حدیث میں مشغول ہو گئے۔ آپ کو

سیّدنا عبداللّٰہ بن عمر، سیّدنا انس بن مالک اور سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہم سے سماعتِ حدیث کا موقع میسر آیا۔ اس لئے آپ کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔ مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کبار تابعین سے بھی کسب فیض کیا، جن میں امام سعید بن مسیّب، امام عروہ بن الزبیر، امام سالم بن عبداللہ، امام زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہم سرفہرست ہیں۔(88)

امام زہریؒ نے تمام بلادِ اسلامیہ میں واقع مراکز حدیث کا سفر کیا اور وہاں مقیم کبار تابعین سے علمِ حدیث وسیرت حاصل کیا۔ مذکورہ بالا تابعین کی مانند آپ بھی جملہ علومِ نبویہ کے جامع تھے۔ امام عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۱ھ) آپ کے تبحر علمی کے دلدادہ تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع عالم زہری کے سوا کوئی نہ رہا۔ چنانچہ جب وہ خلیفہ بنے تو انہوں نے امام زہری کو تدوین حدیث کا فریضہ سرانجام دینے کا حکم دیا جس پر آپ نے علمِ حدیث کو مدوّن کرنا شروع کیا۔(89)

امام زہریؒ کی عدالت وثقاہت پر محدثین عظّام کا اجماع واتفاق ہے۔ امام محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو اَعلم الحُفّاظ (حفاظ حدیث میں سب سے بڑے عالم) کے لقب سے یاد کیا ہے۔ سابقہ سطور میں مذکور ہوا کہ امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن ابراہیم الحنظلی اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک حدیث کی صحیح ترین سند میں امام زہریؒ مرکزی راوی ہیں۔ امام ابن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ امام زہری نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔(90)

امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے امام زہری سے زیادہ جامع شخصیت نہیں دیکھی۔ امام زہریؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے آٹھ سال امام سعید بن مسیّب کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ امام عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام زہری کے لئے درہم و دینار کی حیثیت بکری کی مینگنیوں کے برابر تھی۔ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ کی وفات کے وقت دنیا میں ان سے بڑا عالم کوئی نہ تھا۔ امام علی بن عبداللہ المدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ثقہ علمائے حدیث کے علم کا مدار چھ لوگوں پر ہے، حجاز میں امام زہری اور امام عمرو بن دینار، بصرہ میں امام قتادہ اور یحییٰ بن کثیر اور کوفہ میں امام ابو اسحاق اور امام اعمش رحمۃ اللہ علیہم۔(91)

امام ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم صرف حلال حرام سے متعلق احادیث لکھا کرتے تھے، جبکہ امام زہری جو بھی حدیث سنتے اسے لکھ لیتے تھے، چنانچہ جب ہمیں اس ان کے علم کی حاجت ہوئی تو معلوم پڑا کہ وہ تمام علمائے حدیث سے زیادہ عالم ہیں۔ امام صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں امام زہریؒ کا ہم جلیس تھا، چنانچہ پہلے ہم نے سنن نبوی لکھنے کا ارادہ کیا اور وہ ہم نے لکھ لیں۔ پھر امام زہریؒ کہنے لگے کہ آؤ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم بھی لکھ لیں۔ امام زہری نے تو اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم لکھ لئے مگر ہم نے نہ لکھے۔ (92)

مؤرّخین کا اتفاق ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے علم سیرت کا ذخیرہ پہلے پہل امام زہریؒ نے مدوّن کیا، چنانچہ انہیں علمِ سیرت کا بلاشرکتِ غیر مستند امام مانا جاتا ہے۔(93) استاد سہیل ذکار نے امام زہریؒ کی روایاتِ سیرت ''مغازی ابن شہاب الزہریؒ'' کے نام سے شائع کی ہیں۔ ان کا اصل مأخذ مصنف عبدالرزاق ہے۔ تاہم امام زہریؒ کے دو بلاواسطہ شاگردوں نے امام زہری کا علم سیرت ان کے زمانہ میں ہی باقاعدہ مرتب کتابوں کی شکل میں مدوّن کرنے کا شرف حاصل کیا، ان فضلاء کے نام امام موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن اسحاق المطّلبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

انسان کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کیوں ہے؟

یہ مایوس دنیا یہ بے خوف دنیا ۔۔۔ اسے چاہیے پھر بشیراً نذیراً
دلوں کی صدا ہے، لبوں پہ دعا ہے ۔۔۔ سراجاً منیراً ، سراجاً منیراً

انسان کو اپنی پیدائش سے لے کر موت تک نہایت متنوع حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، عمر میں اضافہ کے ساتھ اسے نئے اور پیچیدہ سے پیچیدہ تر مسائل سے واسطہ پڑتا ہے، شیر خوارگی میں اس کے مسائل سب سے کم ہوتے ہیں، لڑکپن میں ان مسائل میں اضافہ ہوتا ہے اور جوانی میں یہ مسائل اپنے عروج کو پہنچ جاتے ہیں۔ عمر کے ہر درجہ میں مسائل کے حل کے لیے اسے رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر انسان کو ان گھمبیر مسائل کے حل کے لیے محض سعی وخطا (TRIAL AND ERROR) کے اُصول کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے تو انسان کے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ ان میں ہوشربا اضافہ ہوجاتا ہے۔ انسان کی زندگی بہت مختصر ہے، وہ سعی وخطا

کے عمل کے ذریعے اپنے سبھی مسائل حل نہیں کرسکتا اس لیے اسے رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی رہنمائی کے لیے بچے کو مدرسہ میں بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ زندگی گزارنے کے اصول اور مہارتیں سیکھ سکے، لیکن کیا مدرسہ انسان کو سب کچھ سکھا دیتا ہے؟ یقیناً مدرسہ بچے کی ذہنی عمر کے کم ہونے کے باعث اسے زندگی کے سبھی اصول نہیں سکھا سکتا۔ خصوصاً انسان کو اپنی عملی زندگی میں جن مسائل کا سامنا کرنا ہوتا ہے، مدرسہ بچے میں ان مسائل کا سامنا کرنے کی ہمت تو پیدا کرسکتا ہے، مگر عملاً اس کے مسائل حل نہیں کرسکتا۔ یہی حال ثانوی و اعلیٰ درجہ کے مدارس کا ہے۔

قطع نظر اس کے کہ مدارس میں کس نظریۂ تعلیم کو بنیاد بنایا گیا ہے، وہ انسان کے عملی مسائل خود حل نہیں کر سکتے۔ ان مسائل میں سے تو خود انسان کو براہِ راست گزرنا ہے۔ اس تمام صورت حال میں انسان کو ایک ایسے ہادیٔ کامل کی ضرورت ہے جو قدم قدم پر اس کی رہنمائی کر سکے، جو اس کے واقعی و عملی مسائل حل کر سکے، بالخصوص انسان جن ذہنی کیفیات میں مبتلا ہوتا ہے، اس کا صحیح ادراک کرکے اس کے نفسیاتی و شخصی مسائل کو حل کرنے میں اس کی مدد کرے۔

اسی طرح نظریۂ تعلیم بذاتِ خود بہت اہم ہے، ہر نظریۂ تعلیم کسی ایک یا ایک سے زائد شخصیات کو مثالی نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔ آج دنیا میں جن شخصیات کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے، ان میں عموماً مختلف زمانوں کے نیک سیرت رہنما ہوتے ہیں، بعض نظریاتِ تعلیم کسی نبی مرسل کو نمونہ کے طور پر اپناتے ہیں تو بعض کسی پیروِ نبی کو، جبکہ بعض دوسرے نظریاتِ تعلیم کسی سائنسدان، ادیب، شاعر، فلسفی یا بادشاہ کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی بھی ہستی کو نمونہ بنایا جائے، سوال یہ ہے کہ آیا وہ ہستی ہادیٔ کامل کہلانے کی مستحق ہے؟ تاکہ وہ زندگی کے سبھی مسائل میں رہنمائی فراہم کرسکے۔ جب دِقتِ نظر اور غیر جانبداری سے مذکورہ مثالوں (ROLE MODELS) کا جائزہ لیا جاتا ہے، تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ اگر دنیا میں کسی ہستی کو ہادیٔ کامل تسلیم کیا جاسکتا ہے، تو وہ صرف ایک ہستی ہے اور وہ ہے احمد مجتبیٰ، محمد مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے اس دعوے کو عقیدت اور عقیدے کا شاخسانہ سمجھ کر نظر انداز کردیا جائے، مگر اس دعوے کو دلائل سے جھٹلانا ممکن نہیں۔ زیرِ نظر کتاب اسی دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہے۔ اس کتاب کی ایک ایک سطر یہ ثابت کرے گی کہ انسانی دنیا کے لیے اگر کوئی ہستی

ہادیٔ کامل کے منصب پر فائز ہے تو وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے زمین پر بحیثیت انسان زندگی گزارنے کے جو سنہری اُصول وقواعد وضع کیے، ان پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ انسانی تاریخ میں بہت سے لوگوں نے انقلابی نظریے پیش کیے، عظیم الشان قوانین وضع کیے، قابل تحسین فرامین جاری کیے، مگر ان کا عملی نمونہ پیش کرنے والے قائدین کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ یقیناً تمام انبیاء علیہم السلام نے نیکی، خداترسی، محبت والفت، سچائی، ایمانداری، عفو ودرگزر، ایفائے عہد اور دیگر اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم دی، مگر آج ان کی تعلیم محض قدیم صحیفوں اور کتبوں تک محدود ہے۔ ان کے تعلیم کردہ اخلاقِ فاضلہ کا عملی نمونہ ہماری آنکھوں کے سامنے موجود نہیں کیونکہ خود ان کی اپنی زندگیاں تاریخ کی گرد میں گم ہو چکی ہیں۔ اس کے برعکس پیغمبر اسلام کی زندگی آج بھی شمس بازغہ کی صورت روشن ہے، ان کی حیاتِ طیبہ کا اِک اِک گوشہ محفوظ ہے اور ان کی سیرت کاملہ کا نور چہار دانگ عالم پھیل رہا ہے۔ دنیا میں کئی تہذیبیں اُبھریں اور مٹ گئیں مگر امام المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ نے جو اسلامی تہذیب برپا کی وہ آج تک قائم ہے اور ان شاءاللہ قیامت تک قائم ودائم رہے گی۔

وہ نور کا مینار ہے سیرت حضور کی | روشن ہوئی حیات کی جس سے روش روش

محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اس قدر متنوع اور ہمہ جہت ہے کہ اس میں انسان کو اپنی زندگی کے تمام مراحل میں پیش آنے والے مسائل کا شافی وکافی حل مل جاتا ہے۔ محض دنیا ہی نہیں آخرت سنوارنے کے لیے بھی آپ ﷺ کا اُسوہ کامل ہمارے لیے رہنمائی کے لیے موجود ہے۔ انسان کیا ہے؟ انسان کہاں سے آیا ہے؟ اس دنیا میں اس کے فرائض منصبی کیا ہیں؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟ کیا موت سے معاملہ ختم ہو جائے گا یا اس کے بعد بھی کوئی دنیا ہے، جس کے لیے ہمیں تیاری کرنا ہے؟ موت کے بعد کی زندگی میں کن حالات سے دوچار ہونا ہوگا؟ کیا اُخروی زندگی دنیا کا عکس ہوگی یا اس سے کوئی مختلف شے؟ کیا انسان کے مرنے کے بعد پیچھے رہ جانے والی دنیا ہمیشہ قائم رہے گی یا اس کو بھی فنا ہے؟ اگر دنیا فنا ہوگئی تو پھر کیا ہوگا؟ کیا کوئی نئی دنیا بسائی جائے گی؟ کیا اس نئی دنیا میں ہمارا بھی کوئی مقام ہوگا؟ نئی دنیا میں ہمارے مقام کا تعین کس بنیاد پر ہوگا؟ کیا وہاں مال و دولت، دنیاوی جاہ وحشمت اور آل واولاد کام دے گی یا

ہمارے اعمال ہمارے مقام کا فیصلہ کریں؟ غرض اس طرح کے سبھی سوالات کا عقلی جواب امام المرسلین محمد رسو اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ میں موجود ہے۔ وہ تمام نفسیاتی رویے جو انسان سے سرزد ہو سکتے ہیں، ان کے بارے معتدل و پسندیدہ راہ کیا ہے اور ناپسندیدہ رویہ کیا ہوتا ہے؟ ان سب کے بارے کامل رہنمائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں ہی مل سکتی۔ ایک ماہر ترین نفسیات دان (PSYCHIATRIST) بھی اپنی عقل و خرد سے ایسی رہنمائی فراہم نہیں کرسکتا جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فراہم کی۔

آئے نہ اس کے کام جہاں بھر کے فلسفے   انساں کو پھر ہے رحمتِ عالم کی جستجو
ہر اک جہاں پہ ان کا کرم ان کی رحمتیں   اُن محسنِ عظیم پہ صلّوا و سلّموا

وہ تمام اخلاقِ فاضلہ جن کی تعلیم جملہ انبیاء علیہم السلام دیتے آئے ہیں ان کا کامل عملی نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپ کا اُسوہ ایسا کامل تھا کہ آپ کے عقیدت مند ہی نہیں آپ کے جانی دشمن بھی اس کے کمال و جمال کے معترف تھے، آپ کے دشمنوں نے کبھی آپ کے اخلاقِ فاضلہ پر انگلی نہیں اُٹھائی، کبھی کوئی ایک شخص بھی آپ کے کردار پر حرف گیری نہیں کرسکا۔

رؤف آگئے ہیں، رحیم آگئے ہیں   جہاں میں رسولِ کریم آگئے ہیں
بپا شور ہے گھر میں فرعونیوں کے   کلیم آگئے ہیں ، کلیم آگئے ہیں

وحدانی نظامِ تعلیم

سیّد حسان اکبر گیلانی
(مرسلہ: محمد انور سعید صاحب)

موجودہ حالات میں مسلم امہ جن دردناک حالات سے دوچار ہے ہر صاحب دانش اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ یقیناً انسانیت دشمن عناصر انسانیت کی خیرخواہ اس امت پر حدیث مبارکہ کے مصداق ''بھوکے انسانوں کے کھانے پر پل پڑنے کی مانند'' حملہ آور ہیں۔ جہاں امت مسلمہ ظاہری وخارجی جہتوں سے بپا کیے جانے والے معرکوں کا شکار ہے وہاں ہی اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید ان تابڑتوڑ حملوں کے جواب دینے کے لیے جس جوانمردی، جذبے، ایمانی تڑپ، منصوبہ بندی، لائحہ عمل اور حکمت عملی کی ضرورت ہوا کرتی ہے (جو اس امت کا ماضی میں بھی طرہ امتیاز رہا ہے) موجودہ حالات میں اس کا عشرعشیر بھی دیکھنے کو نہیں مل رہا۔ یقیناً جب بھی کسی گروہ میں اپنے دشمن کے حملوں سے دفاع کی قوت معدوم ہوتی ہے تو اس کا بنیادی سبب اس کی باطنی واندرونی کمزوری ہوا کرتی ہے۔ ہمارے خیال میں مسلم معاشرہ اس وقت اسی قسم کی داخلی کمزوریوں کا شکار ہونے کی وجہ سے معرکہ خیروشر میں سینہ سپر فوج کا کردار ادا نہیں کررہا۔

ہمارے جائزے کے مطابق موجودہ معرکہ آرائی میں فکری وتہذیبی لحاظ سے مسلم معاشرے کو جن مسائل کا سامنا ہے اگر انہیں عنوان دے کر تقسیم کیا جائے تو ان کی مختصراً یہ صورتیں بنتی ہیں............:

1......مسلم معاشرے کا بالعموم اور نوجوانوں کا بالخصوص اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہوجانا جبکہ اسلامی معاشرے اور تہذیب کی بنیاد ہی اخلاقیات پر ہے۔

2......اسلامی معاشرے کو اس کے تہذیبی تشخص سے غیر محسوس فکری حملوں کے ذریعے دور کیا جانا۔

3......مسلمان نوجوانوں کا فکری رخ تعلیم کی حقیقی روح یعنی معرفت حق اور اجتماعی مفاد سے پھیر کر محض محدود و ذاتی مفادات کی نذر کر دینا۔

اگر دیانت داری سے تجزیہ کیا جائے تو دشمن کی جانب سے جاری ان فکری حملوں میں کامیابی کا اصل سبب مسلم معاشرے میں نسل نو کی تربیت سے انتہا درجہ کی غفلت ہے۔ہم سب جانتے ہیں کسی ایک بچے کی انفرادی تربیت کے حوالے سے پہلی تربیت گاہ اس کے والدین جبکہ دوسری تربیت گاہ اس کا تعلیمی ادارہ ہے۔اور اگر تربیت کے ان ہر دو مراکز سے تربیت ناقص ہو رہی ہو تو پھر معاشرے میں دو اہم جہتیں ہیں جو اس پر اثر انداز ہوتی ہیں ......ایک جہت مذہبی پیشوا یا رہبر کی ہے اور دوسری جہت ذرائع ابلاغ کی ہے۔تربیت کے ہر دو مراکز سے ناقص تربیت کے باوجود اگر ان دونوں جہتوں سے پیغام درست آ رہا ہو تو پھر بھی نوجوان درست سمت گامزن ہو جاتا ہے اور اگر ان دونوں جہتوں سے پیغام درست نہ آ رہا ہو تو والدین و تعلیمی ادارے کی تربیت میں نقص کی بنا پر نوجوان مذکورہ بالا ان تینوں حملوں کا شکار ہو جاتا ہے، کیونکہ دشمن کے غیر محسوس تہذیبی و فکری حملوں کا بالواسطہ ذریعہ مذہبی رہبر اور ذرائع ابلاغ ہیں۔ہم یہاں یہ بات بھی گوش گزار کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ والدین، تعلیمی ادارے، مذہبی رہبر اور ذرائع ابلاغ کی مجموعی کیفیت وہی ہے جس کی جانب ہم نے اشارہ کر دیا ہے حقائق کو کبھی جھٹلایا نہیں جا سکتا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان طبقات میں کہیں انفرادی سطح پر بھی خیر اور احساس کے جذبات موجود نہیں۔

اب جبکہ حالات کا رخ یہ ہے کہ والدین نسل نو کی تربیت سے غافل ہیں یا ان پر بھی مذہبی رہبر اور ذرائع ابلاغ کی جہت سے آنے والا پیغام غالب ہے تو واحد آماجگاہ جہاں سے نسل نو کی انفرادی و اجتماعی تربیت کی امید امکانی صورت میں موجود ہے وہ تعلیمی ادارے ہیں۔لیکن بدقسمتی سے نسل نو کی تربیت کے اس اہم میدان میں بھی وہ نظام و نصاب مسلط کر دیا گیا ہے جو

بالواسطہ دشمن کے تہذیبی وفکری حملوں کا معاون ومددگار رہے۔صرف نظام ونصاب تعلیم کی خرابی کی بنا پر تعلیمی ادارے نسل نو کی تربیت کے میدان میں ناکام نظر آتے ہیں،اور حد درجہ افسوس وحیرت اس بات پر ہے کہ تعلیمی اداروں کی اس حالت زار اوراس کے ذمہ دار نظام ونصاب کے نقائص کو جاننے والے ان کے سیاہ وسفید کے مالک بظاہر بے بس نظر آتے ہیں حالانکہ اگر اجتماعی مفاد کوملحوظ خاطر رکھنے کی حس بیدار ہوتو ایسا کسی صورت ممکن نہیں ہوسکتا کہ ایک چیز کو غلط اور ناقص کہہ کر بھی اپنی تجوری میں اسے جگہ فراہم کی جارہی ہو۔

ہمارے جائزے کے مطابق اس تمام تر صورت حال کا بنیادی نکتہ اسلامی تصورِ تعلیم سے یا تو چشم پوشی ہے یا ناآشنائی ہے۔کسی زمانے اور جغرافیے کے مخصوص حالات کے پیش نظر اگر ہنگامی بنیادوں پر کچھ آزمائشی اقدامات عمل میں لائے گئے تھے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ ’’زمانہ جتنا بدل جائے،حالات کتنے ہی معمول پر نہ آجائیں ان ہنگامی اقدامات سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹا جاسکتا‘‘اسلامی تصور تعلیم کے مطابق علوم وفنون میں کسی قسم کی دوئی نہیں ہے۔اسلام تو قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہر زمانے کے حالات کے عین مطابق ایک کامل ضابطہ حیات کا نام ہے۔اب یہ کیسے ممکن ہے کہ حالات زمانہ کی کروٹ لینے کے ساتھ زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر اگر نئے علوم وفنون وجود میں آئیں تو اسلامی تصور تعلیم اسے اس زمانے کی ضرورت اور مادی علوم کہہ کر دھتکار دے............!

اسلامی تصور تعلیم تو یہی ہے کہ شریعت اسلامیہ یا اسلامی ضابطہ حیات کی مکمل معرفت کے دائرے میں رہ کر زمانے اور حالات کی ضرورتوں کے تحت جنم لینے والے جدید علوم وفنون کے بنیادی فلسفے کو اس طرح اسلامیّت یا اسلامی نظریات میں ڈھال دیا جائے کہ عصری تقاضوں کے پیش نظر وجود میں آنے والے علوم وفنون، دین فطرت یعنی اسلام کے اس طرح عین مطابق نظر آئیں کہ جیسے ایک جیسی دو چیزوں میں موافقت ومطابقت ہوا کرتی ہے۔اسلام کے اسی تصورِ تعلیم کو وحدانی نظام تعلیم کہا جاتا ہے۔جو کہ دیگر اسلامی نظریات کی طرح اسلامی معاشرے سے معدوم ہوتا جارہا ہے۔

پاکستان میں اسلامی تصور تعلیم کے مطابق ایک ’’وحدانی نظام تعلیم‘‘ کی نا صرف

ضرورت ہے بلکہ تعلیم سے وابستہ افراد کے لیے ’’وحدانی نظامِ تعلیم‘‘ پر مشتمل آئیڈیل تعلیمی ادارے کا قیام ایک چیلنج بھی ہے...... یہ مسلم امہ کے موجودہ حالات کے تناظر میں فرض بھی ہے اور قرض بھی ہے.......... اسی پسِ منظر میں موجودہ نظامِ تعلیم سے وحدانی نظامِ تعلیم تک کا سفر طے کرنے کے لیے ذیل میں مجوزہ لائحہ عمل بھی بیان کیا جا رہا ہے.......... اگر ارباب حکومت نیک نیتی سے کوشش کریں تو پاکستان میں آئیڈیل نظامِ تعلیم کا معرکہ سر ہوسکتا ہے...... ملاحظہ فرمائیں!

نظام ونصابِ تعلیم (ریاست کے لیے مجوزہ نظام ونصاب تعلیم)

وطنِ عزیز پاکستان چونکہ اپنے بنیادی دستور کی روشنی میں ایک اسلامی ریاست ہے اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے پاکستان کے موجودہ نظام و نصابِ تعلیم کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کوئی ایسا مجوزہ نقشہ پیش کیا جائے جس کے ذریعے حقیقت میں نظام ونسابِ تعلیم میں اصلاح کی راہیں ہموار ہوسکیں۔ وحدانی نظامِ تعلیم کے تناظر میں ہم وطنِ عزیز میں کیسا نظام تعلیم چاہتے ہیں......؟ ہمارے پیش نظر وحدانی نظام تعلیم کا کیا مجوزہ نقشہ ہے......؟ ہم برصغیر کے نامور اور مستند مفکرین کی آراء میں ضروری ترامیم کے ساتھ اس کا مجوزہ نقشہ پیش کرتے ہیں......!

نظامِ تعلیم

1...... پاکستان بھر میں سرکاری و نیم سرکاری اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں نظام، تعلیمی مزاج، معیارِ تعلیم کے اعتبار سے یکسانیت کا نفاذ عمل میں لایا جائے یعنی یکساں نظامِ تعلیم کا نفاذ کیا جائے۔

2...... تمام صوبہ جات میں موجود سرکاری سکولز، کالجز پر کام کرنے والے تعلیمی بورڈز کے نظام کو یکساں کیا جائے اور ان تمام بورڈز میں بھرپور یکسانیت پیدا کرنے کے لیے انہیں ایک وفاقی تعلیمی بورڈ کے باضابطہ اور مکمل ماتحت کردیا جائے۔

3...... پرائیویٹ سکولز و کالجز کے سلسلے میں دو قسم کے اقدامات کو عمل میں لایا جائے:

☆ محض کاروباری مزاج کے، تعلیمی معیار سے گرے ہوئے گلی محلے کے چھوٹے چھوٹے تمام تعلیمی اداروں کے لیے ضابطہ اخلاق کا تعین کرکے ان کی اصلاح کی جائے۔

☆ اچھے تعلیمی معیار کے حامل پرائیویٹ سکولز و کالجز کے لیے ایک الگ سے پرائیویٹ بورڈ تشکیل دیا جائے جو ان تعلیمی اداروں میں نظام، تعلیمی مزاج، اور معیار تعلیم کے اعتبار سے یکساں نظام تعلیم کا نفاذ عمل میں لا سکے نیز یہ بورڈ بھی بلا واسطہ وفاقی تعلیمی بورڈ کے باضابطہ اور مکمل ماتحت ہو۔

4...... پرائیویٹ سطح پر کام کرنے والے مذہبی مدارس کے سلسلہ میں ان اہم اقدامات کو عمل میں لایا جائے:

☆ مدارس کے تمام وفاقات جو ایک بورڈ کے طور پر کام کر رہے ہیں انہیں برقرار رکھا جائے لیکن ان میں نظام، تعلیمی مزاج اور معیار تعلیم کی یکسانیت پیدا کرنے کے لیے ان پر ایک مدرسہ ایجوکیشن بورڈ قائم کیا جائے جو بلا واسطہ طور پر وفاقی تعلیمی بورڈ کے ماتحت ہو۔

☆ مدارس دینیہ کے نظام تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے جس کی ترتیب حسب ذیل ہونی چاہیے:

...... پہلے حصہ تعلیم میں انٹرمیڈیٹ تک کی تعلیم کو مدارس میں لازمی قرار دیا جائے۔ اور اس تعلیمی دورانیے میں مدارس کے نظام میں اور تمام تعلیمی اداروں کے نظام میں یکسانیت پیدا کر دی جائے تاکہ اس تعلیمی دورانیے سے تعلق رکھنے والا طالب علم اگر کسی دوسرے ادارے سے تعلیم چھوڑ کر کسی بھی کلاس میں داخلہ لینا چاہے تو مدارس میں اس کے لیے جگہ موجود ہو۔

......دوسرے حصہ تعلیم میں 8 سالہ درس نظامی کورس کو بڑھا کر 10 سالہ کر دیا جائے جس کی ترتیب درج ذیل ہو:

☆ اس دورانیے میں اسلامیات و عربی میں پی ایچ ڈی سطح تک تعلیم دی جائے۔

☆ انٹرمیڈیٹ کے بعد 2 سال بیچلر، اور 2 سال ماسٹر سطح کا تعلیمی دورانیہ مرتب کیا جائے جس میں تمام اسلامی علوم کو جنرل اور عمومی سطح پر پڑھایا جائے۔

☆ مزید 6 سال میں سے، 3 سال ایم فل اور 3 سال پی ایچ ڈی سطح کا تعلیمی دورانیہ مرتب کیا جائے جس میں طالب علم کی رغبت اور صلاحیت کو جانچ کر مختلف علوم وفنون میں الگ الگ تخصص کروایا جائے تاکہ کسی بھی ایک فن میں باضابطہ ماہر فن تیار ہو سکے۔

5......سرکاری سطح پر انٹرمیڈیٹ کے بعد تخصص (Specialization) پر مبنی نظام تعلیم مرتب کیا جائے جس کی ترتیب درج ذیل ہونی چاہیے:

☆ بیچلر اور ماسٹر کے 4 سالہ نظامِ تعلیم میں آپس میں فنی قربت رکھنے والے شعبہ جات یا علوم وفنون کو یکجا کر کے پڑھایا جائے یعنی ایک ہی مزاج کے علوم وفنون کی جنرل، عمومی اور بنیادی تعلیم دی جائے۔

☆ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تعلیمی دورانیے میں ایک ہی مزاج کے علوم وفنون کی ذیلی برانچز میں طالب علم کی رغبت وصلاحیت کو جانچ کر الگ الگ تخصص کروایا جائے تاکہ کسی بھی فن میں باضابطہ ماہرفن تیار ہو سکے۔

6......ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں طالبِ علم کی تعلیمی منصوبہ بندی (Carior Conceling) کو رواج دیا جائے، جس کی ترتیب درج ذیل ہونی چاہیے:

☆ پرائمری، مڈل، میٹرک اور انٹرمیڈیٹ تک کے تمام مراحل کے اختتام پر امتحان کے ساتھ تحریری وتقریری ہر دو طریقہ سے جائزہ ٹیسٹ کا انعقاد عمل میں لایا جائے جس میں یہ جانچا جائے کہ طالب علم کی رغبت کن علوم وفنون کی طرف کتنی ہے یا کن علوم وفنون کی طرف زیادہ ہے۔

☆ ہر کلاس کی سطح پر ہر مضمون کے استاد کو ایک گوشوارہ دیا جائے تاکہ وہ ماہانہ اس میں درج کرے کہ کس طالب علم کی رغبت اس کے پڑھائے جانے والے مضمون میں کتنی ہے؟

☆ پرائمری، مڈل، میٹرک اور انٹرمیڈیٹ تک کے تمام مراحل کے اختتام پر ہونے والے جائزہ ٹیسٹ اور کلاس میں تمام مضامین کے اساتذہ کی جانب سے پر کیے جانے والے گوشواروں کی روشنی میں طالب علم کی تعلیمی رغبت پر مبنی ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جائے اور انٹرمیڈیٹ کے بعد کے تعلیمی مراحل میں ان سرٹیفکیٹس کی بنیاد پر یونیورسٹیز، طالب علم کو اس سے متعلقہ شعبہ میں داخلہ دیں۔

☆ بیچلر سے پی ایچ ڈی تک بھی ہر مرحلے کے بعد طالب علم کے متعلقہ فن یا شعبے کی مختلف برانچوں میں اس کی رغبت کا جائزہ بھی اسی ترتیب سے لیا جاتا رہے تاکہ کسی بھی سطح پر طالب علم کوئی غلط فیصلہ نہ کر پائے۔

☆ بیچلر سے پی ایچ ڈی تک کے تعلیمی دورانیے میں ہر مرحلے کے بعد عملی میدان میں کام کرنے کے حوالے سے مختلف اداروں میں طلبہ کی رغبت کی جانچ پڑتال کو بھی جائزہ ٹیسٹوں کا حصہ بنایا جائے اور اسی بنیاد پر اس کو رغبت سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا جائے۔ تاکہ تعلیم سے فراغت کے بعد وہ اپنے مطلوبہ ادارے میں عملی خدمات بہتر طور پر سرانجام دے سکے۔

7......رٹا سسٹم کے خاتمے کے لیے عملی تعلیم کو فروغ دیا جائے یعنی تمام مضامین کے ساتھ اس کی عملی تعلیم کے الگ اوقات رکھے جائیں اور امتحانات میں عملی تعلیم کے جانچنے کا بھی ایک حصہ مقرر کیا جائے۔

8......مخلوط نظامِ تعلیم کا خاتمہ کیا جائے۔

9......تعلیم بالغاں کا بھی بھرپور انتظام کیا جائے۔

10......مشنری تعلیمی اداروں کو غیر مسلموں کے ساتھ خاص کر دیا جائے تاکہ مسلمان بچے کسی بھی طور پر غیر مسلم تہذیب وافکار کا شکار نہ ہوں۔

نصابِ تعلیم

1......نصاب تعلیم اس طرز پر بنایا جائے کہ اس میں ہر مقام پر اس بات کو بھرپور اجاگر کیا جائے کہ حصول تعلیم کا مقصد محض حصول معاش ہرگز نہیں بلکہ حصول تعلیم کا حقیقی مقصد اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصول، ملک وملت کی خدمت اور ذات کی تکمیل ہے۔

2......نصاب تعلیم کو از سر نو اس طرح مرتب کیا جائے کہ ہر شعبہ تعلیم کا نصاب اسلامی سانچے میں مکمل ڈھلا ہوا نظر آئے یعنی ''اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے افکار ہر علم وفن میں مکمل طور پر واضح نظر آئیں اور متعلقہ شعبہ میں اس تناظر میں طالب علم کی مکمل راہنمائی ہو کہ اس شعبے میں اسلامی تعلیمات وافکار کیا ہیں؟ یعنی اسلام کی آفاقیت کو نظریاتی طور پر نصاب تعلیم میں غالب کیا جائے تاکہ طالب علم سمجھ سکے کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔

3......اردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں کو بحیثیت زبان پڑھنے لکھنے اور بولنے کی صلاحیت پیدا کرنے کے میزان کے ساتھ نصاب میں لازمی طور پر شامل کیا جائے۔

4......کمپیوٹر کی مکمل اور پیشہ وارانہ تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔

5......اسلامیات کی تعلیم کا معیار بلند کیا جائے یعنی اسلامیات کے نصاب میں ہر مرحلہ تعلیم پر اتنی تعلیم دی جائے جو طالب علم کو اس عمر میں اسلامی ضابطہ حیات کے عین مطابق زندگی گزارنے کی طرف مکمل راہنمائی کرتی ہو نیز تاریخ اسلام کو اسلامیات کے نصاب کا باضابطہ حصہ بنایا جائے۔

6......تاریخ اسلام، مطالعہ عالمِ اسلام اور مطالعہ عالم کے مضامین کو بھی نصاب میں لازمی طور پر شامل کیا جائے۔

7...... ذریعہ تعلیم ملک بھر کے تمام تعلیمی اداروں (بشمول دینی مدارس) میں اردو کو بنایا جائے تاکہ قومی زبان کے ذریعے تعلیم وفن میں مکمل مہارت حاصل ہو سکے۔

8......خواتین کے لیے ان کی ضرورت کے مطابق الگ نصاب مرتب کیا جائے چونکہ اسلامی تصورِ تعلیم کے مطابق عورت کا فریضہ کسب معاش نہیں بلکہ نسل نو کی بنیادی تربیت ہے۔ان کے فریضہ زندگی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نصاب مرتب کیا جائے۔

9......تعلیم بالغاں کا معیاری اور مختصر مگر جامع نصاب مرتب کیا جائے۔

''وحدانی نظامِ تعلیم'' کے قیام کا مجوزہ نقشہ مذکورہ بالا سطور میں بیان کر دیا گیا ہے۔امید ہے تعلیم سے وابستہ افراد اس پر غور و فکر کرتے ہوئے، تعلیمی میدان میں تبدیلی کا خواب شرمندۂ تعبیر کریں گے۔

مغرب، مسلم دنیا کی مشترکہ نفرت کا نشانہ کیوں؟

رضی الدین سیّد

یہ سوال واقعی اپنی جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے کہ مغرب، (خصوصاً امریکا اور برطانیہ) تمام مسلم دنیا کی نفرت کا نشانہ کیوں بنے ہوئے ہیں؟۔تقریباً ہر مسلم فرد اس وقت ان تمام ممالک کو استحصالی قرار دیتا اور ان کے خلاف لکھتا اور بولتا ہے۔حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اس تمام معروف غم و غصے کے باوجود یہ قوتیں نہ تو وجوہات جاننے کی کوشش کرتی ہیں اور نہ اپنی پالیسیوں میں کوئی تبدیلی لانے کو تیار ہیں۔البتہ انہی میں سے اکثر اوقات بعض ایسے سنجیدہ مؤرخین ضرور سامنے آتے رہتے ہیں جو معاملے کو گہرائی سے جانچتے اور معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کی کوشش رہتی ہے کہ اس چبھتے ہوئے سوال سے فرار کی بجائے اس کا قرارِ واقعی سبب تلاش کیا جائے۔اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے انہوں نے اہلِ مغرب کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کو وہ ہرگز ایک دائمی دشمن کا درجہ نہ دیں۔وہ زور دے کر کہتے ہیں کہ ''اسلام کا تو معاملہ یہ رہا ہے کہ اپنی پوری ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ میں اس نے 'اہلِ کتاب' کے ساتھ ہمیشہ رواداری، گنجائش، اور مساوات ہی کا سلوک رکھا ہے''۔اس لئے ان کا کہنا ہے کہ ''پھر مغرب کو لازماً سوچنا چاہیے کہ وہی لوگ اب ان کے ساتھ برعکس سلوک کیوں کر رہے ہیں؟''

☆ ایک عیسائی مفکر Tim Wallace Murphy نے اسی موضوع پر بعض اہم سوالات اٹھائے ہیں۔لندن سے شائع شدہ اپنی کتاب What Isalm Did For Us

میں اُس نے پوچھا ہے کہ (۱) رواداری وگنجائش والی مسلم قوم میں غیر مسلم دنیا کے ساتھ دہشت گردی اور خونریزی کی تحریکیں اب کیوں توانا ہونے لگی ہیں؟ (۲) برطانیہ اورامریکہ پوری مسلم دنیا میں نفرت کا یکساں نشانہ کیوں بنے ہوئے ہیں؟۔اور (۳) مسلمانوں نے محبت و برداشت کا اپنا قدیم سبق آخر کیوں فراموش کر دیا ہے؟

حیرت انگیز طور پر مصنف ان تمام اہم سوالوں کے جوابات خود ہی دیتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ اس معاملے پر غور کے لئے ہمیں خود اپنے (مغربی قوتوں کے) کردار کو پرکھنا ہوگا جنہوں نے حالیہ صدی میں مسلم قوم کو مذاق، نفرت اور مذمت کا خاص طور پر مسلسل ہدف بنائے رکھا ہے۔اس کے نزدیک 'یورپ نے ٹھان لیا تھا کہ وہ اسلامی دنیا کو تار تار کر کے رہے گا۔سلطنت عثمانیہ کے دور دراز علاقوں کو نقشوں پر محض لکیریں ڈال کر ہی اس نے ازخود باہم تقسیم کر لیا اور اس حقیقت کا بالکل لحاظ نہ رکھا کہ جن مسلمانوں کو وہ غلام بنا رہا ہے، انہی لوگوں نے ان خطوں میں صدیوں تک تمام مذاہب کا احترام کیا تھا اور ہر ایک فرد وقوم کو نسل و مذہب سے قطع نظر تمام تر انفرادی آزادی دی تھی۔وہ بیان کرتا ہے کہ ۱۴۹۲ء میں خلافتِ عثمانیہ نے ان ایک لاکھ یہودیوں کو اپنی سلطنت میں وسیع پیمانے پر خوش آمدید کہا تھا جو عیسائیوں کی بربریت سے مجبور ہو کر پناہ کے لئے ہسپانیہ سے اس کے علاقوں میں بڑھتے چلے آرہے تھے (ص:۱۹۲،۲۰۴)۔وہ کہتا ہے کہ یہ خلافت جو اس وقت تقریباً ایک تہائی دنیا میں ''ایک خلیفہ اور ایک پرچم'' تلے لازوال حکومت کر رہی تھی، جس کے خلیفہ کو تمام مسلم دنیا کی آواز سمجھا جاتا تھا اور جس کے پرچم تلے تمام ''اہلِ کتاب'' قومیں کامل امن و سکون سے رہ رہی تھیں، پہلی جنگِ عظیم کے بعد استعماری قوتیں اس پر بھوکے بھیڑیوں کی مانند ٹوٹ پڑیں اور جس کے ہاتھ میں جو خطہ لگا، اسے قبضے میں لے کر بیٹھ گئیں۔صرف یہی نہیں بلکہ اس نے خطے میں موجود مسلم رعایا کو ہمیشہ اپنا دشمن اور کمزور گردانا۔لبنان، جس پر فرانسیسیوں نے قبضہ کیا تھا، نئی حکومت نے مسلم اکثریتی باشندوں سے امتیازی سلوک کرتے ہوئے عیسائی اقلیت کو اہمیت دینی شروع کی اور اس طرح جان بوجھ کر وہاں خانہ جنگی کی ایک مستقل فضا جنم دی۔اگر ایک طرف مغربی طاقتیں عربوں کو آزاد خطہ دینے کے وعدے وعید کر رہی تھی، تو دوسری طرف یہودیوں کے ساتھ بھی عین فلسطین میں آباد کیے جانے کے عہد و پیمان کر رہی تھیں۔وہ بیان کرتا

ہے کہ ان استعماری قوتوں نے ایک وسیع و عریض مسلم خلافت سے دسیوں چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستیں بالجبر جنم دیں تا کہ انہیں اپنا مستقل باجگزار بنائے رکھیں۔ اسرائیل کا قیام ان کی جانب سے مسلمانوں کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ تھا اور ان سے کیے گئے عہد و پیمان سے کھلی بے وفائی تھی۔ امریکہ نے یہودیوں سے جو وعدے وعید کیے تھے، ان کے خلاف جانے کی ہمت آج تک کسی امریکی صدر کو نہیں ہو سکی ہے۔ یہی وہ استعماری طاقتیں تھیں جنہوں نے محض اپنے مفاد کی خاطر پرسکون دنیائے اسلام میں 'عرب اور ترک' کا فساد پھیلایا اور ایک عظیم امت کو دو باہم لڑنے والی قومیّتوں میں تبدیل کیا۔ مغربی طاقتوں نے مسلمانوں کے جذبات، مذہب اور ثقافت کا احترام کسی بھی درجے میں نہیں کیا۔ وہ مزید بیان کرتا ہے کہ امریکہ ہی نے وقت کے مسلم ڈکٹیٹر صدام حسین کو ترک کردوں کو ہلاک کرنے کے لئے زہریلی گیس فراہم کی تھی۔ چنانچہ انہی تمام خوفناک عوامل نے عام مسلم آبادی پر تأثر چھوڑا کہ مغربی اقوام سخت ناقابلِ بھروسہ اور انتہائی فسادی ہیں۔ 'ٹم ویلیس' اعتراف کرتا ہے کہ مسلم مزاحمتی تحریکیں یونہی اچانک نہیں شروع ہوگئی ہیں بلکہ ان کے پیچھے ہم مغربیوں ہی کا ایک طویل استحصالانہ کردار ہے۔ ان تحریکوں میں اخوان المسلمین اور تحریک وہابیت حد درجہ نمایاں ہیں۔ انہی طاقتوں کے منافقانہ رویوں نے مسلم نوجوانوں میں جسم کے اندر تک نفرت پیدا کی اور مغرب سے اسلحے کے ساتھ مقابلے کا جنون پیدا کیا۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اقوامِ متحدہ کا منشور خود اصرار کرتا ہے کہ کوئی ملک کسی بھی دوسرے ملک کی اندرونی سیاست میں مداخلت نہیں کرے گا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ ایک ایسا اصول ثابت ہوا ہے جسے امریکہ اور دیگر کئی مغربی ممالک نے بار بار توڑا ہے۔ سابق صدر بش نے ''دہشت گردی کے خلاف'' جو جنگ چھیڑی تھی، مسلم ممالک کے عوام نے اسے ''اسلام کے خلاف جنگ'' کا نام دیا تھا۔

انہی ساری وجوہات کو سامنے رکھ کر وہ اپنے دانشوروں اور حکمرانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مسلم دنیا کو رواداری، عزت اور احترام کا وہی درجہ دیں جس رواداری، عزت اور احترام کا رویہ مسلمانوں نے اپنے سنہرے ماضی میں ہم اہلِ کتاب کے ساتھ روا رکھا تھا۔ وہ ہمیں عیسائی اور یہودی کہنے کی بجائے ''اہلِ کتاب'' کی اصطلاح استعمال کیا کرتے تھے۔ (ص: ۲۱۵۔۲۱۷)

☆ ایک دوسرا معروف برطانوی مفکر و صحافی ''برنارڈ لوئیس'' بھی Tim Wallace

Murphy جیسے خیالات ہی کا حامی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اگر مسلم دنیا اور بعض عالمی مفکرین چند استعماری قوتوں کو اسلامی ممالک کی ذاتی خودمختاری میں مداخلت کا الزام دیتے ہیں تو اس الزام میں وہ کسی حد تک درست بھی ہیں!۔ اپنی کتاب The Crisis of Islam (شائع کردہ Phoenix۔لندن) میں برنارڈ لوئیس بیان کرتا ہے کہ مسلمان بالعموم امن پسند اور محبت کرنے والی قوم ہے۔ وہ اپنی فطرت میں مغرب دشمن نہیں ہے۔ان کے بیشتر افراد دل سے خواہاں ہیں کہ مغربی دنیا سے ان کی دوستی ہو اور وہ ان کے ہاں اپنی ہی مانند جمہوری نظام کے قیام میں مدد دیں۔ لیکن ان میں سے چند کو ہم مغربی افراد ہی نے اپنے دورخے اور قاہرانہ کردار کے باعث اسلحے کی جانب دھکیلا ہے۔ ہم مسلمانوں کو اپنا دشمن اس لیے قرار دیتے ہیں کہ ہمیں ہمیشہ ہی ایک مستقل دشمن کی ضرورت رہتی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ مصر، پاکستان اور دیگر مسلم ممالک میں اگر صاف، غیر جانبدارانہ اور آزادانہ انتخابات کروائے جائیں تو اسلامی قوتیں واضح فتح حاصل کر کے ابھریں گی۔ نیز اسلام سے مراد اگر ایک ٹھیٹ ''مولویانہ ریاست'' ہے تو اس کا واضح جواب ہے ''نہیں''۔ اور اگر اس سے مراد خدا کو 'حاکمِ اعلیٰ' ماننا ہے، تو اس کا جواب ہے ''ہاں''!

اپنے خیالات کو آگے بڑھاتے ہوئے برنارڈ مزید بیان کرتا ہے کہ مسلم دنیا کے افراد یہ شکوہ بار بار دہراتے ہیں کہ ''مغربی قوتیں ان کے ممالک میں اُن حکمرانوں کے اقدامات کو مکمل تحفظ دیتی ہیں جن کے اقدامات کو وہ خود اپنے ممالک میں ہرگز برداشت نہ کر پاتیں''۔ مصنف بیان کرتا ہے کہ مغربی طاقتوں کے لیے ان ظالم و بے رحم حکمرانوں کو ہٹا کر ان کے دارالحکومتوں میں کسی دوسرے کم ظالم حکمرانوں کو بٹھانا، وہاں کے عوام کے اپنے منتخب کردہ حکمرانوں کو بٹھانے کی نسبت زیادہ آسان اور ان کے اپنے مفاد میں ہے۔ (صفحات۔۲۴،۲۳،۱۷)۔

☆ ایک اور معروف مصنفہ اور عیسائی مستشرق ''کیرن آرم سٹرانگ'' بھی ہے جو اتفاق سے انہی جیسے سنجیدہ خیالات کی حامل ہے۔اپنی کتاب Jeruselum One City, Three Faiths ترجمہ ''یروشلم ایک شہر تین مذاہب'' (مترجم طاہر منصور فاروقی۔ پبلشر تخلیقات) میں وہ کہتی ہے کہ ۱۹۱۹ء میں ''لیگ آف نیشنز'' کی جانب سے مقرر کردہ ''کنگ۔کرین کمیشن'' نے رپورٹ دی تھی کہ فلسطینی عوام کی خواہشات کے برعکس بالفور ڈِکلیریشن پر عمل درآمد نہ کیا جائے۔

لیکن کسی نے بھی اس رپورٹ کو پرِ کاہ کے برابر اہمیت نہ دی۔ اور جب اس پر غور کرنے کا وقت آیا تو امریکی صدر ووڈ رو ولسن کی ترجیحات کچھ اور تھیں! ۔ چنانچہ رپورٹ کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا۔ (ص ۵۷۶)۔ وہ کہتی ہے کہ اگر عیسائیت کا مطلب انسان دوستی اور پیار محبت ہے تو یروشلم میں یہ بری طرح ناکام ہو چکی تھی۔ ابتدا میں اقوامِ متحدہ میں یروشلم پر اسرائیلی قبضے کو مسلسل غیر قانونی قرار دیا جاتا رہا تھا۔ لیکن اپریل ۱۹۵۰ء کے بعد سے اقوامِ متحدہ کے ایوانوں میں یروشلم کا سوال کہیں تحلیل ہو کے رہ گیا ہے۔ (ص ۵۹۳)۔ عربوں کا وطن اب دنیا کے نقشے غائب ہو چکا تھا۔ نفرت کا مذہب زیادہ عرصے تک پنپ نہیں سکتا۔ کسی مذہبی مقام پر قبضے کا جنون، جس میں انسان دوستی کو نظر انداز کر دیا جائے، بہت جلد انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ (ص ۶۴۳)

اپنی دوسری کتاب ''مسلمانوں کا سیاسی عروج و زوال'' (مترجم محمد احسن بٹ۔ شائع شدہ نگارشات لاہور) میں یہی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ بیان کرتی ہیں: یہود دشمنی تو عیسائی لعنت ہے۔ مسلمانوں میں یہودیوں سے نفرت صرف اس وقت شروع ہوئی تھی جب ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کی ریاست وجود میں آئی اور عرب فلسطین سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ (ص ۵۲) وہ مزید کہتی ہے کہ ''فلسطین کا چھینا جانا مغربی طاقتوں کے ہاتھوں اسلامی دنیا کی تذلیل کی علامت بن گیا جس کا ضمیر لاکھوں فلسطینیوں کی مستقل بے وطنی پر ذرا بھی ملامت کرتا دکھائی نہیں دیتا۔ ۱۹۹۰ء میں جب الجزائر میں ''ایف آئی ایس'' کے جمہوری نتائج کو فوج کے ذریعے مسترد کر دیا گیا تو مغربی پریس میں اس پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔ ''الجزائر اسلامی خطرے سے بچ گیا تھا! ۔ اس کے شراب خانے، جوا خانے اور اس کی رقص گاہیں محفوظ ہو گئی تھیں!''۔ فرانسیسی حکومت نے فوج کے اس اقدام کی حمایت کی تھی۔ اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ اسلامی دنیا مغرب کے اس دوہرے معیار کی اس تازہ مثال پر صدمے کا شکار ہوئی۔ (ص۔ ۱۹۷)

مصنفہ آخر میں اپنے حکومتی ذمے داروں کو بہت خلوص سے مشورہ دیتی ہے: ''مغربی لوگوں کو اس حقیقت سے لازماً آگاہ ہونا ہوگا کہ اسلام کی صحت اور مضبوطی خود اس کے اپنے مفاد میں بھی ہے۔ مغرب اگرچہ اسلام کی ان انتہا پسندانہ شکلوں کا ذمے دار تو نہیں ہے، تاہم اس صورتِ حال کے رونما ہونے میں مغرب کا حصہ بھی یقیناً ہے۔ اور اس بنیاد پرستانہ وژن کی جڑوں

میں مضمر خوف اور مایوسی و ناامیدی کو کم کرنے کے لئے، تیسرے عیسائی ہزاریئے میں اسلام کی زیادہ مناسب قدردانی کی جانی چاہئے‘‘(ص۔۲۰۱)

اپنے ایک انٹرویو میں وہ کہتی ہے کہ اگر ہم تشدد کا رجحان بدلنا چاہتے ہیں تو ہمیں لوگوں کے دل و دماغ کو بدلنا ہوگا۔ ہمیں جاننا ہوگا کہ اصل مرض کیا ہے؟۔ نہ یہ کہ ہم یہ رویہ رکھیں کہ ان کے بارے میں ہماری سوچ کیا ہے؟۔ ہر اس ملک میں جہاں لادینی نظام جبراً مسلط کیا جارہا ہے، وہاں ایک جوابی ردِعمل کا ظہور بھی ہو رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مذہب اور ریاست کی علیحدگی سے دنیا کا نظام درست رہے گا تو آپ صریح غلطی پر ہیں۔ معلوم رہنا چاہئے کہ دو عظیم جنگیں سیکولر نظام کے تحت ہی ہوئی تھیں۔

وہ کہتی ہے کہ آپ دنیا میں کتنی ہی فلک شگاف عمارتیں بنالیں اور کتنے ہی فائٹر جہاز اپنے پاس رکھ لیں، اصل بنیادی چیز ’’آزادی‘‘ ہے!۔ اسلام پر طعنہ زن کتنے مغربی ہیں جو اسلام کو صحیح طور پر جانتے ہیں؟۔ ہمیں بس ایک ہی اصول یاد رکھنا چاہئے کہ ’’تمام انسان ایک ہی جیسے تخلیق کیے گئے ہیں‘‘۔ (گوگل سرچ۔ کیرن آرمسٹرانگ۔ ریلیجئین)

☆ ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر بین الاقوامی تعلقات، ڈاکٹر اسٹیفن ایم والٹ نے بھی انہی جیسے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ۲۰۰۹۔۹۔۳۰ کے ایک تبصرے میں وہ کہتا ہے کہ امریکہ نے ’ایک امریکی کے بدلے میں ۳۰ مسلمانوں‘ کو ہلاک کیا ہے جبکہ عراق میں تو یہ شرح ۱۰۰ مسلمان فی امریکی ہوگئی تھی۔ اس کے مطابق امریکہ نے ایک ایسے ملک (عراق) پر حملہ کیا تھا جس نے خود کبھی ہم پر حملہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اگر امریکہ کو مسلم دنیا میں اپنا چہرہ خوبصورت رکھنا ہے تو ناگریز ہے کہ وہ مسلمانوں کا قتلِ عام بند کرے۔ (گوگل سرچ۔ ۲۰۱۵۔۱۱۔۲۰)

نامناسب نہ ہوگا اگر ہم یہاں ملائیشیا کے سابق وزیراعظم مہاتیر محمد کا بھی ایک ہم آہنگ تبصرہ پیش کردیں۔ انہوں نے واشگاف انداز میں کہا تھا کہ ’’مغربی ممالک لالچی، جنگی اور جنونی ہیں۔ مغرب مسلمانوں کی شکایات سمجھنے میں ناکام رہا ہے‘‘ (روزنامہ نوائے وقت کراچی۔ ۲۰۰۳۔۷۔۲۱)

مغربی مفکرین کے جن خوش کن اور حقیقت پر مبنی خیالات کو اوپر پیش کیا گیا، وہ محض انہی تین چار سنجیدہ شخصیات تک محدود نہیں ہیں، بلکہ انہی جیسے دیگر مزید عیسائی مفکرین بھی مغربی

استعماریت کے نہ رکنے والے ان رجحانات پر حد درجہ پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں۔لیکن افسوس یہ ہے کہ خود ان کے اپنے ممالک میں ان کی آواز پر توجہ نہیں دی جاتی۔سنجیدہ و دردمندانہ حقائق دنیا میں شاید اب کسی کو بھی راس نہیں آتے!۔ دنیا پر جنگ تھوپنے اور دوہرے کردار رکھنے والی انہی اقوام کے بارے میں ساحرلدھیانوی نے کیا خوب کہا تھا کہ ؎

تم نے لوٹے بے نوا صحرا نشینوں کے خیام!
تم نے لوٹی کشتِ دہقاں تم نے لوٹے تخت و تاج

اور
تم ہی تجویزِ صلح لاتے ہو! تم ہی سامانِ جنگ بانٹتے ہو!
تم ہی کرتے ہو قتل کا ماتم! تم ہی تیر و تفنگ بانٹتے ہو!

استقبالِ رمضان

آمدِ رمضان کا اعلان بس ہونے کو ہے
میرے رب کا مجھ پہ احسان بس ہونے کو ہے

تم ابھی سے جھولی پھیلانے کی تیاری کرو
اُس سخی کا بے بہا فیضان بس ہونے کو ہے

جو اَلَستُ بِرَبِّکُم میں تھا چھپا منشورِ عشق
اُس حسیں کا پورا وہ ارمان بس ہونے کو ہے

عالمِ وارفتگی میں کیوں نہ ہو احساسِ شوق
جب کامل وعدۂ رحمٰن بس ہونے کو ہے

جو کہ تجھ سے مانگتا ہے سوچ جسمانی زکوٰۃ!
دیکھ لے جاری وہی فرمان بس ہونے کو ہے

روزہ داروں نے کیا افشاء یہ نکتہ دوستو!
ارتقائے شوکتِ ایمان بس ہونے کو ہے

نتیجہ فکر: علی کوثر جعفری۔ کیڈٹ کالج جھنگ

معاشرتی جھگڑے اور حل
سیرتِ رسول ﷺ کے تناظر میں

محمد حسین
(ریسرچ سکالر ادارہ امن وتعلیم، اسلام آباد)

(بشکریہ، ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، فروری/مارچ 2016ء)

جھگڑے یعنی تنازعات کا علم جدید سماجی علوم میں بہت ہی اہمیت کا حامل بن چکا ہے۔ یہ ایک مستقل شعبہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ دنیا بھر کی یونیورسٹیوں اور تحقیقاتی و پالیسی ساز اداروں میں اس پر تدریسی و تحقیقی پروگرامات اور مطالعات اور تحقیقات کا ایک وسیع سلسلہ جاری ہے۔ اس علمی شعبے میں ہونے والی پیش رفت کے نتیجے میں تنازعات کے تجزیات، اصول، اسباب و اثرات، مراحل وصورتیں اور تنازع سے نمٹنے کے اسالیب اور تنازع کے نتائج پر بہت کام کیا جا چکا ہے اور بہت کچھ کیا جا رہا ہے۔ چونکہ دنیا میں اس وقت جاری تنازعات یا تو مسلم ممالک میں ہیں یا ان سے مسلمان وابستہ ہیں، اس لیے اس میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کا بھی خصوصی مطالعہ کیا جا رہا ہے اور دہشت گردی، امن، تنازعات سے اسلام کے تعلق کی نوعیت کو جاننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مجالس مدارس کے پانچوں وفاق کے لیے ادارہ امن وتعلیم کی جانب سے قائم ''تدریب المدرّسین مراکز'' (TEACHER TRAINING CENTERS) میں دینی مدارس کے اساتذہ کرام اور فضلائے عظام کے لیے ہونے والی پچاس سے زائد تربیتی نشستیں تھیں۔ تحقیقی اور تربیتی دونوں کام کے دوران مجھے تنازعات کے علمی شعبے کے تصورات واصول اور دنیا کے مختلف ممالک اور اداروں میں اس شعبے میں ہونے والی پیش رفت کو جاننے کا موقع ملا۔ اس دوران

میں جب ہم نے سیرتِ رسول اکرم ﷺ کا خصوصی مطالعہ کیا تو ہمیں بہت مسرت ہوئی کہ اتنی علمی پیش رفت کے بعد تنازعات کے علم پر کام کرنے والے ماہرین نے تنازعات سے نمٹنے کے جو اسالیب وطریقے پیش کیے ہیں ان سے متعلق سیرت نبی اکرم ﷺ میں ہمیں واضح رہنمائی ملتی ہے۔ یہاں ہم انتہائی اختصار کے ساتھ تنازع سے نمٹنے کے مختلف اسالیب کو سیرتِ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں سیرت سے بطور مثال چند مشہور واقعات پیش کیے جارہے ہیں جو اسلامی تاریخ وسیرت النبی کی تقریباً ساری کتب میں بیان ہوئے ہیں۔

تنازع کا مفہوم

تنازع سے کیا مراد ہے۔''تنازع'' عربی زبان کا لفظ ہے اور''نزع'' سے مشتق ہے۔ نزع کا معنی کھینچنا ہے۔ پس دو یا دو سے زائد افراد کا کسی چیز کو اپنی طرف کھینچنا تنازع کہلاتا ہے۔ جبکہ تنازع عام بول چال میں اختلاف، جھگڑے یا کشمکش کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاحی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ تنازع سے مراد کم سے کم دو افراد یا گروہوں کے درمیان ایسا تعلق ہے جن کے مفادات، مقاصد، نظریات یا ضروریات میں حقیقی طور پر یا تصوراتی طور پر تصادم یا عدمِ مطابقت پائی جاتی ہے۔ مفادات یا نظریات کے تصادم کی بنیاد پر تنازع کے فریق ایک دوسرے کے خلاف ردِ عمل دکھاتے ہیں۔ عام طور پر تنازع کو امن کا متضاد سمجھا جاتا ہے، حالانکہ امن کی ضد خوف ہے۔ اور تنازع خوف کا ایک اہم سبب ہے۔

کسی بھی تنازع کی صورت حال سے نمٹنے کے طریقے یا اسالیب مختلف ہو سکتے ہیں۔ صورتِ حال کے مطابق نمٹنے کے انداز مختلف ہو سکتے ہیں اور ان کے تحت تنازع کے نتائج بھی مختلف نکل سکتے ہیں۔ ذیل میں تنازع سے نمٹنے کے مختلف طریقوں اور اسالیب کو بیان کیا جارہا ہے:

۱) تنازع پر قابو پانا (Conflict Management)

سب سے پہلے ضروری ہے کہ تنازع کو تشدد اور نقصان سے بچانے کے لیے اس پر قابو پالیا جائے۔ متحارب افراد اور گروہوں کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے روکنے کے لیے ان کے درمیان قانونی، سماجی اور اخلاقی رکاوٹیں پیدا کی جائیں، جن کے نتیجے میں عارضی طور

پر امن قائم ہو جاتا ہے۔ ایک موقع پر اہل قبا کے مابین جھگڑا ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے فرمایا: ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم ان کے درمیان صلح کروائیں۔ (مسند ابی یعلی الموصلی: ۷۵۴۵)۔اس طرح ایک جاری تنازع کو آپ ﷺ نے جا کر اس پر قابو پالیا، تاکہ اس کو نقصان اور تشدد سے بچایا جا سکے۔

ب) تنازع کا حل نکالنا(Conflict Resolution)

تنازع پر وقتی طور پر قابو پانے کے بعد تنازع کا کوئی نہ کوئی وقتی حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔تنازع کے حل کا مقصد فریقین کی مدد کرنا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کی ضروریات، مسائل اور تنازع کی وجوہات کو سمجھ کر پائیدار حل تلاش کر سکیں۔اس مرحلے رطریقے کا مقصد فریقین کو کسی ایسے معاہدے یا حل پر راضی کرنا ہے جس پر دونوں فریق مطمئن ہوں تاکہ تنازع کا مستقل حل نکالا جا سکے۔

بعثت رسول اکرم ﷺ سے پہلے کعبۃ اللہ میں حجر اَسود نصب کرنے کے مسئلے پر قریش کے قبائل کے درمیان کھڑا ہونے والا تنازع اور حضور اکرم ﷺ کا پیش کردہ حل ایک بہترین مثال ہے۔تمام قبائل یہ سعادت خود حاصل کرنے کے خواہش مند تھے اور اس کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔آپ ﷺ نے تنازع کو بہترین انداز میں حل کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ حجر اَسود کو ایک چادر کے درمیان میں رکھا جائے اور ہر قبیلے کا سردار ایک کونا پکڑ کر اسے مطلوبہ مقام پر لے جائے جہاں اسے نصب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تنازع حل ہوگیا، جس سے خطرناک لڑائی کا خطرہ ٹل گیا۔اسی طرح آپ ﷺ مختلف تنازعات کے لیے مختلف اور مؤثر حل سامنے لائے۔

ج) تنازعات کو بہتر مواقع میں بدل دینا(Conflict Transformation)

تنازع کو بہتر مواقع میں بدلنے کے لیے ضروری ہے کہ تنازع کا کثیر الجہت تجزیہ کیا جائے اور اس کے امکانات کا جائزہ لیا جائے۔تنازع کی وجہ سے فریقین کے مابین متأثر ہونے والے تعلقات بحال کیا جائے، نقصانات اگر ہوئے ہوں تو ان کا ازالہ کیا جائے، نفرتوں کو معافی

اور عفو و درگزر کے ذریعے خوشگوار تعلقات میں تبدیل کیا جائے تاکہ فریقین افہام و تفہیم کے نتیجے میں ایک دوسرے کی صلاحیتوں، استعداد اور وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے ایک ایسے دور کا آغاز کرسکتے ہیں جس میں مذکورہ مسئلہ پر کسی تشدد یا تنازع کا خدشہ نہ رہے۔ دونوں گروہ تنازع کی وجوہات دور کرکے اور مسائل کا حل تلاش کرنے کے بعد تنازع کو عناد اور دشمنی کے بجائے مستقل بنیادوں پر مفاہمت اور دوستی میں بدل دیں۔ اس کے علاوہ اس کا مقصد فریقین کی مدد کرنا ہے کہ وہ تنازع کے صحت منداور مفید اثرات قبول کرتے ہوئے اس قابل ہوجائیں کہ باہمی تنازعات کے ذیلی مسائل کا حل خود تلاش کرسکیں۔

یہ وہ مرحلہ ہے جب تنازع کے بعد بحالی اور تعمیر نو کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں تعمیر نو کا مقصد صرف تباہ شدہ عمارات کی از سرِ نو تعمیر نہیں بلکہ سماجی، معاشی اور سیاسی ڈھانچے کی تعمیر نو اور تنازع کے شکار فریقین کے درمیان پہلے سے مضبوط اور پائیدار تعلقات استوار کرنا ہے اور نئے امکانات اور مواقع کا آغاز ہے۔ اس مقصد تنازع کی بنیادی وجہ کو سامنے لانا اور فریقین کو کسی ایسے حل کی طرف لے جانا بھی ہے جس کے بعد تنازع کا خدشہ نہ رہے۔

فتح مکہ (۸ ہجری) کے موقع پر نبی اکرم ﷺ جب فاتح بن کر شہر میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ کے سامنے وہی لوگ تھے جنھوں نے آپ ﷺ پر بے شمار ظلم ڈھائے، جس کے سبب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور آپ ﷺ کے ساتھ کئی جنگیں لڑیں۔ ان سب باتوں کے باوجود آپ ﷺ نے ان سب کو معاف فرمایا۔ اس معافی کے بعد ماضی کے دشمن اب ہر قسم کی تلخیاں بھلا کر مکمل طور پر آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور ایک نئی اجتماعی زندگی کا آغاز فرمایا۔

اسلامی تاریخ میں ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے انصار اور مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجرین کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا۔ نسل، قوم و قبیلہ، خاندان، شہر، سوچ و بچار وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود انصار اور مہاجرین ایک پائیدار رشتہ میں بندھ گئے۔ انھوں نے ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی کی عظیم مثال قائم کی۔

مذکورہ بالا ساری مثالوں میں تنازعات کے نہ صرف حل پیش کیے گئے بلکہ ان کو بہتر مواقع میں تبدیل کرتے ہوئے ان سے مثبت، دیرپا اور مفید اثرات برآمد کیے۔

د) تنازعات سے بچاؤ (Conflict Prevention)

تنازع سے بچاؤ بھی ایک ایسی حکمت عملی ہے جس سے معاشرے کو تنازعات سے بچایا جاسکتا ہے۔ تنازع سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ ان وجوہات کا پہلے ہی جائزہ لیا جائے جو تنازع کا سبب بن سکتی ہوں، یعنی ایسی حکمت عملی اختیار کی جائے کہ تنازع پیدا ہونے ہی نہ پائے۔ تنازعات سے بچاؤ کے لیے معاشرے کے اندر لوگوں کے مابین ایسی کوششیں اور اقدامات کیے جاسکتے ہیں جو تنازع کا راستہ روکیں اور تنازع اور تشدد کا مرحلہ پیش ہی نہ آئے۔ معاشرتی اقدار جیسے باہمی احترام، عدل وانصاف، مساوات، باہمی افہام وتفہیم، حسن معاشرت اور حسن اخلاق وغیرہ کے فروغ سے تنازعات کا بچاؤ ممکن ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ''سد ذرائع'' (برائی کا راستہ روکنے) کی صورت میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ سد ذرائع تنازعات سے بچاؤ کی اسی حکمت عملی کو واضح کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک کبیرہ گناہوں میں سے ایک اپنے والدین کو گالی دینا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، وہ دوسرے شخص کے باپ کو گالی دے گا اور دوسرا ردِعمل میں اس کے باپ کو گالی دے گا، وہ دوسرے کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔ (صحیح مسلم: ۳۱)

یہاں رسول اللہ ﷺ نے سد ذرائع کی تعلیم دی کہ اگر تم نے اپنے ماں باپ کی ناموس کو بچانا ہے تو دوسرے کے ماں باپ کی توہین نہ کرو۔

حل تنازعات کی ممکنہ صورتیں

فریقین چاہے وہ افراد ہوں، گروہ یا ممالک، ان کے درمیان تنازع مندرجہ ذیل چار مختلف صورتوں میں ختم ہوسکتا ہے۔

ا) یک فریقی جیت (win-lose)

ایک فریق، جسمانی طور پر زیادہ مضبوط ہونے یا مالی لحاظ سے زیادہ طاقتور ہونے یا اسے کسی بااختیار ادارے یا ملک کی حمایت کی وجہ سے جیت جاتا ہے اور دوسرا ہار جاتا ہے۔

عین ممکن ہے کہ ہارنے والا مطمئن نہ ہو اور اسے تشدد اور نقصان کا سامنا بھی کرنا پڑے۔

مختلف غزوات اس کی مثال ہیں۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو جیت اور مشرکین کو شکست اور غزوہ اُحد میں اس کے برعکس مسلمانوں کو شکست اور مشرکین کو جیت ملی۔

ب) دست برداری (lose-win)

تنازع کو کم از کم عارضی طور پر ختم کرنے کا ایک اور طریقہ دست برداری ہے۔ جس کے مطابق ایک یا دو فریق پیچھے ہٹ جاتے ہیں البتہ اس کے ذریعے کوئی بھی فریق صحیح معنوں میں مطمئن نہیں ہوتا۔

سن ۶ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس فیصلہ کا جب مکہ کے قبائل اور سرداروں کو پتا چلا تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی صورت مسلمانوں کو عمرہ کرنے نہیں دیں گے۔ قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ سے باہر حدیبیہ کے مقام پر ہی روک دیا۔ اس مقام پر حضور اکرم ﷺ نے قریش کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ کی چند شرائط سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بظاہر متفق نہیں تھے، لیکن آپ ﷺ نے ان شرائط کو منظور فرمایا۔ صلح حدیبیہ میں پیغمبر اکرم ﷺ اپنے موقف (عمرہ کی ادائیگی) سے دست بردار ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ جانے کے بجائے واپس مدینہ منورہ لوٹے۔

ج) سمجھوتہ (lose-lose)

یہ تنازع کے حل کا آغاز ہے دونوں فریق کم و بیش کسی چھوٹی سی تبدیلی پر مثلاً ان وسائل میں شراکت جن پر ان کے درمیان جھگڑا ہوا، یا براہِ راست لڑائی سے گریز پر رضامند ہو جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ سمجھوتہ فریقین کے لیے مکمل طور پر منصفانہ نہ ہو لیکن یہ کم از کم عارضی طور پر اطمینان بخش ہوتا ہے۔ میثاقِ مدینہ میں رسول اکرم ﷺ نے مدینہ کے یہودی قبائل کو ریاست سے وفاداری کے عوض تمام شہری حقوق عطا کیے۔

د) ہر ایک کی جیت (win-win)

حقیقی مشترکہ سوچ (یا اعلیٰ تر سوچ) کے حامل فریق ایک دوسرے کے نقصان یا ہار کے

بارے میں نہیں سوچتے بلکہ ہر ایک کی بھلائی اور جیت کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اس میں دونوں فریق اپنی اصل ضروریات پر ایک نئی مفاہمت پیدا کر لیتے ہیں اور تعاون کے ثمرات آپس میں بانٹنے کا ایک نیا طریقہ تلاش کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے اختلافات کا احترام کرتے اور اپنے مشترکہ مسائل کا تعین کرتے ہیں۔ وہ اپنے مشترکہ مقصد کی خاطر مل کر کام کرتے ہیں۔ اس حل کے مطابق پرتشدد تنازع فریقین کی نظر میں اختلافات کے حل کا تقریباً غیر مطلوب طریقہ بن کر رہ جاتا ہے۔

حجر اسود کے نصب کرنے کے معاملے پر پیش آنے والے نازع کا آپ ﷺ نے ایسا حل پیش فرمایا، جسے آج کے جدید دور میں طرفین کی جیت (win-win) کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسا حل جس میں سب کی جیت ہوتی ہے اور کسی کی ہار نہیں ہوتی۔

فتح مکہ بھی ہر فریق کی جیت کی ایک بہترین مثال ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگزر کی عظیم مثال قائم کی اور فرمایا: اے قریش کی جماعت! آپ کیا کہتے ہیں کہ آج آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ انھوں نے کہا: آپ ہمارے بھتیجے اور عم زاد اور رحم و کرم کرنے والے ہیں، اس لیے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہمیں معاف فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے پھر ان سے یہی سوال پوچھا، انھوں نے پھر یہی جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے کہی تھی: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں معاف کر دے گا اور وہ سب سے بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

تنازعات کے دوران تین قسم کے رویے

تنازعات و فسادات کے دوران انسانوں کے رویے مختلف نوعیت سامنے آتے ہیں۔ ان رویوں کا ایک مجموعی جائزہ لیا جائے تو وہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) بھڑکاؤ کا رویہ: بعض لوگ تنازعات فسادات کو مزید بھڑکاتے ہیں۔ وہ یا تو خود ایک فریق کا حصہ بن جاتے ہیں یا دُور رہ کر جارحانہ یا دفاعی پوزیشن لینے والے کے ساتھ مدد کرتے ہیں۔ شاید اس رویے سے بعض انسان اپنا مفاد حاصل کریں لیکن انسانی جان اور دیگر وسائل زندگی کے ضیاع کی صورت میں اس رویے کا نقصان انسانی معاشرے کو اٹھانا پڑتا ہے۔

(۲) سلجھاؤ کا رویہ: بعض لوگ تنازع کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنے

آپ کو غیر جانبدار رکھتے ہوئے اور تنازع کا فریق بنائے بغیر دونوں فریق کو کسی حل پر آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں تاکہ تنازع کسی حل کی طرف بڑھے اور اس کے نتیجے میں نقصانات کم سے کم ہوں۔ کبھی ایسا بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی اخلاقی، سیاسی اور سماجی قوت کی بدولت دونوں فریق یا کسی ایک فریق کو طاقت سے ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے روکیں۔

(۳) لاتعلقی کا رویہ: بعض لوگ بھڑکانے اور سلجھانے دونوں کام میں حصہ نہیں لیتے۔ یہ رویہ بعض صورتوں میں بہت تکلیف دہ اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب تنازع رشتوں پر مبنی ہو تو لاتعلقی کا رویہ بھڑکاؤ کے مانند نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

یہ وہ تین رویے ہیں جو تنازع کے نتائج کو اثر انداز کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارا مظلوم کی مدد کرنا تو قابل فہم ہے (کہ اسے ظلم سے بچائیں) لیکن ہم ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا ہاتھ ظلم سے روک دو۔ یعنی درحقیقت یہ اس کی مدد ہے کہ ظلم کے برے انجام سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح بخاری: ۲۱۳۲)

یہ حدیث مبارکہ ہمیں تنازع کی صورت میں بھڑکانے یا لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے منہ پھیرنے کے بجائے تنازع کو حل کرنے میں کردار ادا کرنے کی رہنمائی کرتی ہے۔ موجودہ دور میں تنازعات ہر جگہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ آپ اس کے مناظر اپنی گلی محلے کے فسادات سے لے کر قومی، علاقائی اور بین الاقوامی فسادات میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس دور میں ہماری آزمائش یہ ہے کہ ہم کون سا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم فسادات کو درآمد کر کے یا برآمد کر کے بھڑکانے والوں میں شامل ہوں اور دوسروں کے مظالم کی بھی سزا ہم بھگتیں!۔

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے بنایا ہے کہ میری عبادت کریں

(56:51)

آسمانی ہدایت کی نافرمان قوموں کا انجام

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

ابوفیصل محمد منظور انور

امت مسلمہ یوں تو گزشتہ کئی صدیوں سے زوال پذیر ہے تاہم گزشتہ ایک صدی سے اسلام دشمن قوتوں نے مسلمانوں کو خاص طور پر تختۂ مشق بنا رکھا ہے مشرق وسطیٰ اور کئی دیگر علاقوں میں مال و دولت کی کثرت کے باوجود مسلمانوں اور عربوں کی زبوں حالی، خانہ جنگی، آپس کی لڑائیاں، لاکھوں مسلمانوں کی شہادتیں اور لاکھوں کی تعداد میں دربدری اور دیار غیر میں ہجرت، عورتوں بچوں بوڑھوں کی بے چارگی اور کسمپرسی کی حالت ہمارے اجتماعی ضمیر کو جھنجوڑنے کے لئے کافی نہیں تھے؟ مگر لگتا ہے کہ ہم نے حالات سے کچھ نہیں سیکھا ہے اپنی بداعمالیوں اور اللہ کی نافرمانیوں کو چھوڑنے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہیں۔خون مسلم کی ارزانی دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے مگر مغرب نواز مسلم حکمران اپنے سرریت میں چھپا کر بیٹھے اپنی روش بدلنے میں سنجیدہ نظر نہیں آتے۔عرب ممالک میں وسیع پیمانے پر ہجرت اور جنگی تباہی و بربادی سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔سو ہم سب اللہ کے دین سے دوری کی سزا پا رہے ہیں مگر اب بھی اپنی لادینیت پر مبنی عادات وخصائل چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں حالانکہ اس وقت اجتماعی توبہ واستغفار کی فوری اور اشد ضرورت ہے۔

پاناما لیکس کی رپورٹ کے بعد واضح ہو چکا کہ آف شور کمپنیاں کی اصطلاح استعمال کرنے والے ناصرف مسلمان ممالک کے دولت مند خاندان بلکہ دنیا بھر کے حکمرانوں اور کاروباری افراد کے اربوں کھربوں کے فرضی ناموں سے بڑے بڑے پروجیکٹ چل رہے ہیں

ہوسِ زر میں مبتلا یہ دولت مند افراد اپنے ممالک میں رشوت خوری، ٹیکس چوری اور دیگر ناجائز طریقوں سے دولت اکٹھی کرتے ہیں اور پھر خفیہ طریقوں سے بیرون ممالک میں اس کو اپنے تصرفات میں لاتے ہیں۔ پہلی رپورٹ میں پاکستان کے 200 کے قریب بااثر افراد کے نام شامل تھے اور دوسری رپورٹ میں مزید 259 افراد کے نام آئے ہیں جو اپنی ناجائز دولت کو خفیہ طور پر چھپائے ہوئے تھے۔ اس رپورٹ میں بڑے بڑے پردہ نشینوں کے نام آئے ہیں جو اپنے ممالک سے ناجائز طریقوں سے دولت اکٹھی کر کے اسے چھپا کر رکھتے رہے ہیں۔ رپورٹ کی اشاعت پر پاکستانی حکمران طبقہ شرمندہ ہونے اور اس رپورٹ کی غیر جانبدارانہ انکوائری کروانے کی بجائے اسے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے خم ٹھونک کر سامنے آ چکا ہے۔ حکومتی بھونپو اصل ایشو سے توجہ ہٹا کر مخالف سیاست دانوں پر الزام تراشی کر کے حکمران خاندان کو بچانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں حالانکہ اسی رپورٹ کی روشنی میں آئس لینڈ کے وزیراعظم مستعفی ہو چکے برطانوی وزیر اعظم سمیت دیگر کئی یورپی حکمرانوں پر مستعفی ہونے کے لئے دباؤ بڑھ چکا ہے ان کے خلاف ہزاروں عوام سڑکوں پر آ چکے ہیں جبکہ پاکستانی وزیراعظم پر بھی مستعفی ہونے کے لئے دباؤ جاری ہے پاکستانی حزب اختلاف کی جماعتوں نے حکمران خاندان پر ان الزامات کے جواب دینے کا مطالبہ کیا تو حکمران اور ان کے حمایتی اصل الزامات کے جواب دینے کی بجائے آئیں بائیں شائیں کر کے سرے سے مُدّعا غائب اور معاملہ گول کرنے کے چکر میں نظر آتے ہیں اپنے اوپر لگائے لزامات کے جواب دینے کی بجائے 'الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے' کے مصداق دوسروں پر الزامات لگا کر انھیں بلیک میل کر رہے ہیں خصوصاً چندوُزراء کے بیانات قابل غور ہیں۔

اکثر مسلمان ملکوں کی اشرافیہ (جن میں مقتدر طبقات ہی شامل ہیں) کا اپنے ملکوں سے لوٹا ہوا سرمایہ بھی ان مغربی ملکوں میں پڑا ہے امت مسلمہ کی طبقہ اشرافیہ کے اربوں روپے امریکی اور مغربی ملکوں کے بینکوں میں پڑے ہیں جس سے وہ نا صرف اپنی معیشت کو بہتر بنا رہے ہیں بلکہ اسی سرمائے کو 'ہمارے جوتے ہمارے سر' کے مصداق ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں جبکہ ان لٹیروں کے خاندان اور ان کی اولادیں بیرون ممالک جا کر عیش وعشرت کی زندگیاں گزارتے ہیں دنیا بھر کے کئی علاقوں میں مسلمان غلامی سے بھی بدتر بڑی ہی کسمپرسی کی حالت

میں زندگیاں گزارنے پر مجبور ہیں اس سارے قضیئے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس اہل، صالح اور دیانت دار قیادت کا فقدان ہے جس کی وجہ سے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان اپنے ہم مذہب جابر و ظالم اور بے ضمیر حکمرانوں کے مصائب جھیل رہے ہیں تمام تر خرابیوں کے باوجود مذہبی جماعتیں ہی ہیں جو کسی حد تک اسلامی تشخص کا بھرم رکھے ہوئے ہیں۔

یہود و نصاریٰ امت مسلمہ کے ازلی و ابدی دشمن ہیں جو کبھی بھی ہمارے دوست نہیں بن سکتے مگر اس وقت معاملہ الٹ ہے۔ ہمارے حکمران اپنے اقتدار کو طول دینے کی غرض سے ان کی اسلام دشمنی اور مسلم کشی کے باوجود ان ہی کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہیں اور تو اور دنیائے اسلام کی اہم ترین سلطنت سعودی عرب کی حکومت کے شہنشاہ معظم کی طرف سے ہزاروں کشمیری و بھارتی بے گناہ مسلمانوں کے قاتل بھارتی حکمران مسٹر مودی کو مسلم کشی اور مسلمانوں کے خلاف ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جانے کے باوجود اس کو مملکت العربیہ السعودیہ کا سب سے بڑا اعزاز دینا نا صرف ان مظلوم مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے بلکہ امت مسلمہ کی قیادت کی بصیرت کا تماشہ ہے قرآنی تعلیمات کے خلاف مسلم حکمرانوں کی اسلام دشمنوں کے ساتھ غیر معمولی محبت و مروّت اور ان کا اعزاز و اکرام کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن سکتا ہے اس اقدام پر انھیں فوری طور پر اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے تھا مگر ابھی تک ایسا نہیں کیا گیا امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی نسبت موجودہ دور میں قدرتی وسائل اور مال و زر سے خوب نوازا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک قدرتی تیل کی دولت سے مالا مال ہیں مغربی ممالک کے علاوہ دنیا بھر کے ملکوں سے لاکھوں کی تعداد میں یہاں لوگ آکر نوکریاں کرتے ہیں سینکڑوں کی تعداد میں غیر ملکی کمپنیاں یہاں آکر کاروبار کرتی ہیں اور یہاں سے حاصل شدہ زرمبادلہ سے اپنے ممالک کی کمزور معیشت کو سنبھالا دیتے ہیں عرب ممالک کا زیادہ تر سرمایہ مغربی ممالک کے بینکوں میں جمع ہے جس کے باعث وہ پوری دنیا پر راج کر رہے ہیں انتہائی افسوس ناک امر یہ ہے کہ ان امیرزادوں نے امت مسلمہ کے مسائل حل کرنے کی بجائے دنیاوی لذتوں پر ہی توجہ مرکوز کر رکھی ہے یا پھر اپنے اقتدار کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے پر صرف کر رہے ہیں۔

چند روز پیشتر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک سینئر بیوروکریٹ صوبہ بلوچستان کے

سیکریٹری خزانہ مشتاق رئیسانی کے گھر سے 74 کروڑ روپے اوراس کے ساتھی ٹھیکیدار سے کراچی میں پکڑی گئی کروڑوں روپوں سے بھری سات بوریاں جس میں ملکی و غیر ملکی کرنسی اور کروڑوں روپوں مالیتی ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے انبار کی برآمدگی ہماری ہوس زر اور بددیانتی کی بدترین مثال ہے اس سے پہلے صوبہ سندھ کے ایک مفرور وزیر کے گھر سے اربوں روپوں اور غیر ملکی ڈالرز کی برآمدگی، اسی صوبہ کے ڈاکٹر عاصم حسین نامی ایک شخص نے جو وفاقی وزیر بھی رہ چکے ہیں ملکی خزانے کے ساتھ تقریباً 4.75 کھرب روپوں کا بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ کھلواڑ کیا۔ پی پی پی کی اہم شخصیت کے لئے بدنام زمانہ ایان علی نامی ماڈل گرل نے کروڑوں اربوں روپوں کی منی لانڈرنگ کی ایک وقت میں وہ پانچ لاکھ ڈالرز غیر قانونی طور پر بیرون ملک سمگل کرتی ہوئی رنگے ہاتھوں پکڑی گئی۔ ایم کیوایم کے سربراہ را کے ایجنٹ مسٹر الطاف کے گھر لندن سے کروڑوں کی کرنسی اور سونے کے زیورات کی برآمدگی کے باوجود ان ملزمان کو جس طرح حکومتی پروٹوکول کے ساتھ عدالتوں میں لے جایا جاتا ہے ہماری سیاسی اشرافیہ کے ڈیزائن کردہ اس ڈرامے کو پوری قوم کا بچہ بچہ اپنی آنکھوں سے روزانہ ٹی وی چینلز پر دیکھتا ہے۔ دوسری طرف کسی غریب کو معمولی جرم میں پکڑے جانے پر اس کے ساتھ پولیس اور دیگر ایجنسیاں جو ظلم وستم ڈھاتی ہیں اور جو کچھ کرتی ہیں اسے سن کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں انصاف اور قانون کا جس طرح مذاق اڑایا جا رہا ہے غریب و امیر اور عام و خاص کے لئے حصول انصاف کے الگ الگ پیمانے کیا یہ ہمیں عذاب خداوندی کو دعوت دینے کے لئے کافی نہیں ہیں؟

دستیاب قدرتی وسائل سے اسلامی طرز حیات اختیار کر کے سادگی کو رواج دینے اور قرآنی تعلیمات، اسلامی عقائد اور اسلامی اخلاقیات کے مطابق اپنے معاشرتی نظام کو اپنانے کی بجائے بدقسمتی سے ہم اسلام دشمن، مادر پدر آزاد قوموں کے معاشروں کی سی زندگیاں گزارنے کو ترجیح دے چکے ہیں ہمارا ہر طرز عمل ان مبغوض اور گمراہ قوموں کی تقلید اور نقالی ہے ہماری آنیوالی نسلیں تو ان سے اس قدر متاثر ہیں کہ گناہ آلودہ زندگی گزارنے کے لئے ان سے بھی دو قدم آگے چلنے کو بے چین نظر آتی ہے۔ مغرب کی آزاد طرز کی معاشرتی ثقافت کی اندھی تقلید میں اپنے عقائد اور اسلامی روایات تک کو چھوڑ بیٹھے ہیں قعر مذلت میں گرنے والی قوموں کے بارے قرآن مجید

فرقان حمید کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 16 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا اردہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں''۔ سو ہمیں اپنے انجام سے باخبر رہنا چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی 950 سال کی وعظ و نصیحت بھی نافرمان قوم کے سر کے اوپر سے گزر گئی اور بالآخر کشتی کے چند افراد کے علاوہ ساری قوم غرق کر دی گئی جن میں نبی کا اپنا بیٹا اور ایک بیوی بھی شامل تھے۔ ایک زمانے کی انتہائی طاقتور قوم عاد و ثمود کو جس طرح تباہ و برباد کیا گیا اسے سن کر ہی دل کانپ جاتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اخلاقی بیماریوں اور بد اعمالیوں پر حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تہس نہس کر دیا گیا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے سامنے نشان عبرت بنا کر رکھ دیا گیا۔ مگر افسوس کہ انسان نے اس جانکاہ عبرت ناک انجام سے سبق نہیں سیکھا۔ بعثت نبوی ﷺ سے قبل شرک و بت پرستی اور جہالت کا دور تھا انسانیت قعر مذلت کے گڑھے میں پڑی سسک رہی تھی لاقانونیت، بدامنی، قتل و غارت کی انتہا تھی کہ اللہ ربّ العزت کی شان کریمی کو ترس آ گیا اور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرما کر سسکتی انسانیت کو راہ حق پر لانے کا بندوبست کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پوری انسانیت اللہ کے بھیجے ہوئے پیغام قرآن کو اپناتی اور پیغمبر اسلام ﷺ کی پیروی کرتی مگر افسوس کہ اکثر انسانوں نے حزب الرحمان کی بجائے حزب الشیطان میں جانا پسند کر رکھا ہے۔ مسلمان نوجوان بھی قرآنی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی بجائے اسلام دشمن عناصر کے نقش قدم پر چلنے کو ترجیح دے رہے ہیں ان حالات میں ہم دارالخلد جیسے اپنے اچھے انجام سے بے خبر آخرت کے برے انجام جہنم کی طرف رواں دواں ہیں۔ اللہ ہم پر رحم کرے امت مسلمہ اور ہماری نوجوان نسل کو راہ ہدایت بخشے۔ بقول اقبال

قوم جو کر نہ سکی اپنی تقدیر سے انصاف　　اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف　　فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے

☆☆☆☆☆

تحفظ حقوق نسواں بل ...... مسلم عورت سے مذاق ہے

بنت منظور انور
(ایم ایس سی ایم فل)

آفاقی مذہب اسلام میں خواتین کو جو حقوق حاصل ہیں وہ کسی بھی دیگر مذہب میں نہیں دیے گئے جس کا اعتراف غیر مسلم سکالر بھی کرتے ہیں۔ دین اسلام خواتین کو ایک خاص دائرے میں رہتے ہوئے تمام تر انسانی حقوق دیتا ہے جس کا دیگر مذاہب میں تصور تک نہیں۔ ایک بیوی، بیٹی، ماں اور بہن کے رشتوں کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے اس کا کردار متعین کر کے اسے وراثت میں بھی پورا پورا حق دیا گیا ہے یہاں تک کہ بیوہ اور مطلقہ عورت کے بھی حقوق متعین کر دیے گئے ہیں عورتوں کو اپنے گھر میں اپنی چادر اور چاردیواری کے اندر رہ کر باعزت طریقے سے زندگی گزارنے کا حق دیا گیا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلامی قوانین بنائے جاتے اور نفاذِ اسلام کا آئینی وعدہ پورا کیا جاتا تاکہ مسلمان مرد و خواتین اپنے حقوق و فرائض قرآنی تعلیمات پر مبنی متعین کردہ اسلامی احکامات کی روشنی میں ہی ادا کرتے مگر ہمارے حکمران وقتی اقتدار اور ذاتی مفادات کی خاطر مغربی طاقتوں کے اسلام دشمن ایجنڈے لبرل ازم پر گامزن ہو کر عورت کو خودمختاری، آزادی، حقوق اور شخصی آزادی دلانے کے نام پر مغرب کی مادر پدر آزاد سوسائٹی کی ہمنوا بنانے کی سازش کر رہے ہیں جس میں حیا، ستر پوشی، پردہ اور بُرقعہ کے اسلامی طرز کے شرعی احکامات کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ مغرب نے بے شرمی، بے حیائی اور اخلاق دشمنی کے کلچر کو فروغ دے کر عورت کو آوارگی کی طرف دھکیل دیا گیا

ہے۔ دین اسلام کے پیروکار ہم مسلمانوں کو ایسے کسی مغربی چربہ قانون کی قطعی طور پر ضرورت ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ہمارا خاندانی نظام تہ و بالا ہو جائے۔ میاں بیوی جیسے مقدس رشتے کے باہمی تنازعات اور گھریلو جھگڑوں کو خاندانی بزرگ اچھے انداز میں اپنے گھروں کے اندر ہی حل کر سکتے ہیں نا کہ پولیس تھانوں اور کچہریوں میں یہ جھگڑے حل کیے جائیں جس سے پورے خاندان کی جگ ہنسائی ہو۔ اس کے مقابلے میں مغرب نے حوا کی بیٹی کو ایک ڈیکوریشن پیس (DECORATION PIECE) بنا کر پیش کیا ہے۔

دراصل مغرب کے لادین معاشرے کے عیاش مردوں نے عورت کو آزادی وحقوق نسواں کے نام پر اپنی معاشی تگ ودو سے نجات حاصل کر لی ہے اور ایک سازش کے ذریعے اسے گھر سے باہر نکال کر وہ بیوی بچوں کی کفالت کی تمام تر ذمہ داریوں سے فرار اختیار کر چکا ہے جس کے باعث مغربی عورت ایک طرف شمع محفل بننے اور دوسری طرف گھریلو معاشی اخراجات پورے کرنے کی خاطر گھروں سے باہر دفاتر اور فیکٹریوں میں کام کرنے پر مجبور ہے اس مادر پدر آزاد معاشرے میں شادی کرنے اور بچے پالنے کا تصور بھی ان کے لئے جاں گسل ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بوائے فرینڈ کے ساتھ آزادانہ زندگی گزارنے کی رسیا بن چکی ہے۔ عورت کی ضرورت سے بڑھ کر آزادی نے وہاں خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے اخلاقی بے راہ روی کا شکار معاشرے کے کچھ افراد اس بدبودار ماحول سے نجات کے لئے آواز اٹھاتے ہیں تو بے حیائی کے سیلاب میں ڈوبی اکثریت ان کی راہ میں بڑی شدت سے مزاحمت کرتی ہے۔ آزادی نسواں ایسے قوانین بنا کر عورتوں کو مزید آزادی دلانے والے لوگ اخلاقی قدروں سے عاری ہیں۔

اس وقت مغرب و امریکہ گناہوں کی دلدل میں دھنس چکا ہے جس سے نکلنے کے لئے ان کے پاس اب کوئی راستہ ہی نہیں رہا ہے۔ پنجاب اسمبلی کے ممبران نے حکومتی دباؤ پر تحفظ حقوقِ نسواں بل پاس کر کے ربڑ اسٹمپ اسمبلی کا کردار نبھایا ہے جس پر اب انھیں مسلم معاشرے کے سنجیدہ حلقوں کی طرف سے شدید تنقید کا سامنا ہے۔ مسلم لیگ کی حکومت کی طرف سے حقوقِ نسواں بل پاس کروانے پر عوامی اور مذہبی جماعتوں کی سرکردہ شخصیات کی طرف سے شدید ردّ عمل سامنے آ رہا ہے۔ حقوق نسواں بل حکومت پنجاب نے منظور کر لیا جو فوری طور پر نافذ العمل ہے۔ صوبہ

پنجاب میں اس نئے قانون کی زد میں آ کر چند ایک 'سر دے سائیں' شوہر نامدار اپنے خلاف مقدمات درج کروا بیٹھے ہیں تو چند ایک نے اپنی زوجہ محترمہ کی طرف سے متعلقہ پولیس کے پاس جانے پر شدید ردعمل کے طور پر اپنی بیوی کو طلاق کے تحفے دے دیے۔ اس طرح اس قانون کے نفاذ کے ابتدائی ایام میں ہی خانگی زندگی میں دراڑیں پڑ گئیں گھرانہ تباہ اور معصوم بچوں کا مستقبل مخدوش ہو گیا۔ ابھی تو شروعات ہیں آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا محمد اختر شیرانی نے کہا ہے کہ جب بھی مسلم لیگ ن کی حکومت آتی ہے تو اسلام متنازعہ بن جاتا ہے نہ جانے مسلم لیگ کی بنیاد میں اسلام ہے یا نہیں یہ قائداعظم محمد علی جناح کے افکار سے روگردانی کر رہی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا کام سفارشات دینا ہوتا ہے۔ قرآن و سنت سے متصادم تحفظ حقوق نسواں بل کے خلاف عوام کو حکمرانوں پر دباؤ بڑھانا ہوگا۔ یہ ایکٹ مغربی قوانین کا چربہ ہے اسے مکمل طور پر مسترد کیا جاتا ہے انھوں نے حکومت پنجاب کو خط لکھا ہے کہ وہ قرآن وسنت سے رہنمائی لیں اس قانون میں شوہر اور بیوی کا ذکر نہیں اور رشتہ کی اہمیت کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے اسلام عورت اور بچوں سمیت کسی پر بھی تشدد کے خلاف ہے۔ وزیر اطلاعات فرماتے ہیں کہ اس قانون کا اطلاق صرف صوبہ پنجاب پر ہوگا دوسرے صوبوں کے مردوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مولانا فضل الرحمان نے نسواں بل کو خاندانی نظام تباہ کرنے کی سازش قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ملک کو سیکولر سٹیٹ بنانے کی کوشش ناکام بنا دیں گے اور اس کا مقابلہ کیا جائے گا بل کو کسی بھی صورت قبول نہیں کیا جائے گا تشدد اور منفی رویے ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں مگر بل کی تمام شقیں ہمارے خاندانی نظام کو تباہ و برباد کرنے پر مبنی ہیں ملک کو سیکولر بنانے کی کوششوں کو عوامی قوت سے مل کر ناکام بنائیں گے اور پاکستان کے نظریاتی تشخص کے لئے سڑکوں پر آئیں گے۔ جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق نے کہا ہے کہ بل کے خاتمے کے لئے جدوجہد کریں گے جبکہ تحریک انصاف کے رہنما عمران خان نے کہا ہے کہ خیبر پختون خواہ میں خواتین کو شریعت اسلامی کے مطابق حقوق دلوائیں گے مغربی قوانین ہماری خواتین کو بااختیار نہیں بنا سکتے۔ یہ بات یاد رہے کہ صدر ایوب خان کے مارشل لاء کے زمانے میں پہلی بار مسٹر غلام احمد پرویز کے مرتب کردہ عائلی قوانین ڈنڈے کے زور پر نافذ کیے گئے تھے جنھیں ملک بھر کے علماء

کرام نے خلاف شریعت قرار دے کر مسترد کر دیا تھا مگر وہ آج بھی نافذ العمل ہیں۔ 1985ء میں انڈیا کے صرف 15 فی صد مسلمانوں نے مسلم پرسنل لاء بورڈ بنا کر اپنا حق لیا۔ دینی جماعتیں آئندہ دنوں میں نسواں بل کے خلاف بھرپور احتجاج کرنے کا پروگرام بنا رہی ہیں۔ حکومت اسلامی تعلیمات سے متصادم قوانین سازی سے اجتناب کرے تو اچھا ہے۔ سود کے خاتمے کے اعلان کے ساتھ اس قانون کو بھی واپس لے لیے تو اسی میں خیر ہے اور یہ عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف باغیانہ رویے سے واپسی کی علامت ہوگا جس سے اس ملک پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہمارے شاندار مستقبل کی ضمانت بن سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

رمضان، روزہ اور قرآن

(اقتباس از 'تدبرِ قرآن' مولانا امین احسن اصلاحی)

غور کرنے والے کو اس حقیقت کے سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں پیش آ سکتی کہ خدا کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت عقل ہے اور عقل سے بھی بڑی نعمت قرآن ہے اس لیے کہ عقل کو بھی حقیقی رہنمائی قرآن ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو تو عقل سائنس کی ساری دوربینیں لگا کر بھی اندھیرے ہی میں بھٹکتی رہتی ہے اس وجہ سے جس مہینے میں دنیا کو یہ نعمت ملی وہ سزاوار تھا کہ وہ خدا کی تکبیر اور اس کی شکرگزاری کا خاص مہینہ ٹھہرا دیا جائے تاکہ اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر و عظمت کا اعتراف ہمیشہ ہمیشہ ہوتا رہے۔ اس شکرگزاری اور تکبیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزوں کی عبادت مقرر فرمائی جو اس تقویٰ کی تربیت کی خاص عبادت ہے جس پر تمام دین و شریعت کے قیام و بقا کا انحصار ہے اور جس کے حاملین ہی کے لیے درحقیقت قرآن ہدایت بن کر نازل ہوا ہے جیسا کہ اس سورہ کی بالکل پہلی ہی آیت میں اس نے خود یہ حقیقت واضح فرما دی ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (یہ آسمانی کتاب ہے، اس کے آسمانی ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے، یہ متقیوں کے لیے ہدایت بن کر نازل ہوئی ہے) گویا اس حکمت قرآنی کی ترتیب یوں ہوئی کہ قرآن کا حقیقی فیض صرف ان لوگوں کے لیے خاص ہے جن کے اندر تقویٰ کی روح ہو اور اس تقویٰ کی تربیت کا خاص ذریعہ روزے کی عبادت ہے اس وجہ سے رب کریم و حکیم نے اس مہینے کو روزوں کے لیے خاص فرما دیا جس میں قرآن کا نزول ہوا۔ دوسرے لفظوں میں اس بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن اس دنیا کے لیے بہار ہے اور رمضان کا مہینہ موسم بہار اور یہ موسم بہار جس فصل کو نشو و نما بخشتا ہے وہ تقویٰ کی فصل ہے۔

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

ساعتے با اہل حق

افادات: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہٗ

ناشر: مکتبہ القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ، نوشہرہ

زیرتبصرہ کتاب ایک علم دوست وفا شعار طالب علم کے استفسارات اور علم پرور استاد کامل محدث جلیل مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی حیات وخدمات کی سبق آموز داستان، درس وتدریس کے مشکل مقامات پر دلنشین پیرائے میں رہنمائی، اتحادِ اُمت کے رہنما اصول، اعلاء کلمۃ الحق، جہاد وقتال اور اصلاح وانقلاب اُمت کے حوالے سے ان کے بصیرت افروز تجربات، ملفوظات اور مکالمات پر مشتمل ہے۔ ان کے شاگرد مولانا عبدالقیوم حقانی جنھوں نے اپنے محبوب اساتذہ، اکابر ومشائخ کے سوانحات اور مکتوبات ومقالات کو ہمیشہ محفوظ کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اس حوالے سے اُن کی کثیر تصانیف بھی اب منظر عام پر آ چکی ہیں۔ دراصل یہ تصنیف بھی ان کی کاوشوں کا ہی نقش ثانی ہے۔ افکارِ عالیہ اور علمی ترقی کی بنا روزِ اوّل سے ہی مکالمات رہی ہے جیسا کہ ربّ کائنات کی محفل ملائکہ، جو کبھی جنت میں سجی تھی میں وہ مکالمہ ہوا جو قرآنِ مقدس میں قصہ آدم وابلیس کے عنوان سے خاتم الانبیاء ﷺ پر نازل ہوا۔ تاریخ میں مکالمات فلاطون ہوں یا مکالمات شاہ ملندہ، یہ تمام علمی ارتقاء ہے۔

زیرتبصرہ کتاب علماء، صلحاء اور اولیاء کے تذکروں، قدیم وجدید کتب کے تبصروں اور

اُن روداددوں پر مشتمل ہے جو ''ساعتے با اہل حق'' کے عنوان سے ماہنامہ القاسم اور ماہنامہ الحق کے صفحات پر وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں اور کچھ نئے اضافے اور غیر مطبوعہ نئی تحریریں بھی اب اس کتابی شکل میں قارئین کے ہاتھوں میں ایک علمی و ادبی تحفہ کے طور پر موجود ہے۔ بہرحال، یہ کتاب علم و ادب سے تعلق رکھنے والے علماء، طلباء کے لیے ایسی رہنما کتاب ہے جس میں طلباء کو اپنے اساتذہ کے حالات اور اُن کے انداز تدریس کو قلم بند کرنے کا ذوق اُجاگر کرنے کا درس ہے اور ذوق مطالعہ رکھنے والے اساتذہ کے لیے بیش بہا خزینہ اور کتب خانوں کے لیے ایک قیمتی اضافہ ہے۔

انوارِ حق

جلد اول

افادات　　شیخ الحدیث مولانا محمد انوار الحق

نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

زیر تبصرہ مجموعہ ''مواعظ انوار حق'' سلیس اسلوب دعوت، ایمان افروز حلاوت، مبتدیوں کے لیے تقاریر کا انداز خطابت اور خطباء کے لیے خطبات جمعہ کا حسین مرقع ہے۔ کیونکہ یہ وہ خطبات ہیں جو دارالعلوم حقانیہ کی مسجد میں خطبہ جمعہ کے طور پر صاحب تصنیف نے ارشاد فرمائے۔ ابھی یہ جلد اوّل ہے اور اس میں تقریباً بائیس موضوعات پر مشتمل خطبات ہیں اور آنے والی جلدوں میں مزید موضوعات کا اضافہ ہوگا۔ توبہ، ایمان و عمل صالح، دنیا کی حقیقت، مال و اولاد کا فتنہ، کسب حلال، رزقِ حلال، عفو و درگزر، تواضع، زبان کی حفاظت، دعوت و تبلیغ کی فضیلت، اصلاحِ معاشرہ، حقوق العباد، اِنفاق فی سبیل اللہ، اولیاء و صلحاء کی مصاحبت، قیامت، فکرِ آخرت، دینی مدارس، نفاذِ شریعت، کمالات و محاسن خیر اُلامم صلی اللہ علیہ وسلم، محبت الٰہی، صحابہ کرامؓ، احتساب اعمال اور محاسبہ نفس، اطاعت رسول وغیرہ موضوعات پر دل کش انداز میں عملی، روحانی اور اصلاحی خطبات کا حسین مرقع ہے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی نگرانی میں مکتبہ القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، نوشہرہ نے اس کی عمدہ اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔

عرفانِ کرم

(جلداوّل)

مدوّن: پروفیسر محمداقبال مجددی

ناشر: قادریہ آرگنائزیشن، منگانی شریف جھنگ

زیرِتبصرہ سوانحی تالیف خانقاہ منگانی شریف کے مؤسس، علم وحکمت کے شناور، مرشد کامل حضرت خواجہ پیرمحمد کرم حسین حنفی القادریؒ کی حیات، تعلیمات وتصنیفات پر مجموعہ مضامین و مقالات جسے ہمارے دیرینہ رفیق محترم مجددی صاحب نے نہایت عرق ریزی سے مرتب کیا کی جلداوّل ہے۔ عارفین رسمی عبادات پر ہی اکتفانہیں کرتے بلکہ تزکیہ نفس اور باطنی تربیت پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ ہردم اللہ کی یادان کا شیوہ اور جناب رسولِ پاکؐ کی اطاعت ومحبت ان کا وطیرہ ہوا کرتا ہے۔ وہ احکامِ شریعت کومحبوب کی ادائیں سمجھتے ہوئے وارفتگی سے اپنایا کرتے ہیں۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر ست

یہی وہ ذہنی وفکری اور علمی وعملی تربیت ہے جسے خانقاہی نظام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن اکیڈمی جھنگ، معہدالفقیر ، منگانی شریف وغیرہ ایسی علمی وروحانی تربیت گاہیں ہیں جن سے نہ صرف خطہ جھنگ بلکہ اندرون و بیرونِ ملک کے سالکین بھی مستفید ہورہے ہیں۔ سرزمین جھنگ اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ یہاں تاریخی مقام موضع صحابہؓ، قبرستان اصحابؓ اوراولیاء عظام کے منور مقابر بھی ہیں۔ جن سے آج بھی ایک عالم فیض یاب ہورہا ہے۔ تحفظ ناموس صحابہ کی وہ عالمی تحریک جس پر پاسدارانِ حرم کوبھی ناز ہے اسی خطہ سے اُٹھی۔ اسی خطہ سے حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کے بعد سے ہزاروں عظیم المرتبت صوفیاءعظام نے جنم لیا۔ دلدادگانِ تصوف کے لیے ایک مستور الحال درویش کی زندگی کے حالات سے آشنائی اور لائبریریوں کے لیے معلومات افزا کتاب ہے۔ کتاب کا طباعتی معیار خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔

نظم فقر

از کلیاتِ اقبال (فارسی) پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق　سلسلہ وار 6

از سہ قرن ایں اُمت خوار و زبوں　　زندہ بے سوز و سرورِ اندروں

تین صدیوں سے یہ اُمت خوار اور زبوں حال ہے　　یہ جذبے اور خوش دلی کے بغیر زندہ ہے

پست فکر و دوں نہاد و کور ذوق　　مکتب و ملاے او محرومِ شوق

یہ پست فکر، کم ہمت اور بے ذوق ہوگئی ہے　　اس کے مکتب اور علماء شوق سے محروم ہیں

زشتئ اندیشہ او را خوار کرد　　افتراق او را ز خود بیزار کرد

فکر کے زوال نے اسے ذلیل کردیا ہے　　باہمی اختلاف نے اسے اپنے آپ سے بیزار کردیا ہے

تا نداند از مقام و منزلش　　مُرد ذوقِ انقلاب اندر دلش

چونکہ وہ اپنے مقام اور منزل کو نہیں جانتا　　اس لیے اس کے دل میں انقلاب کا ذوق ختم ہو چکا ہے

طبعِ او بے صحبتِ مردِ خبیر　　خستہ و افسردہ و حق ناپذیر

اس کی طبیعت باخبر انسان کی صحبت نہ ملنے کی وجہ سے　　بیمار، افسردہ اور حق کو قبول نہ کرنے والی بن گئی ہے

بندۂ رد کردۂ مولا ست او　　مفلس و قلاش و بے پرواست او

وہ ایک ایسا غلام ہے جسے اس کے آقا نے ٹھکرا دیا ہو　　وہ مفلس بھی ہے قلاش بھی اور لاپرواہ بھی

نے بکف مالے کہ سلطانے برد　　نے بدل نورے کہ شیطانے برد

نہ اس کے ہاتھ میں کوئی مال ہے کہ کوئی بادشاہ چھین لے نہ اس کے دل میں کوئی نور ہے کہ شیطان لے جائے

شیخ او لردِ فرنگی را مرید　　گرچہ گوید از مقامِ بایزید

اس کا رہنما فرنگی لارڈ کا مرید ہے　　اگرچہ باتیں حضرت بایزید کے مقام کی کرتا ہے

گفت دیں را رونق از محکومی است　　زندگانی از خودی محرومی است

کہتا ہے کہ دین کی رونق غلامی سے ہے　　خودی سے محرومی کا نام زندگی ہے

دولتِ اغیار را رحمت شمرد　　رقص ہا گردِ کلیسا کرد و مرد

اس نے غیروں کی دولت کو رحمت سمجھ لیا ہے　　اس نے گرجے کے گرد کئی چکر لگائے اور مرگیا

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز

حسب روایت 2016ء میں بھی

قرآن اکیڈمی جھنگ میں

25 روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

تعطیلاتِ گرما کے دوران

مئی 2016ء اور جولائی 2016ء

13 جولائی تا 6 اگست 2016ء

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

معلومات کے لیے 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر اس تربیتی کورس کا بروشر مفت حاصل کریں یا hikmatbaalgha@yahoo.com پر بروشر کے حصول کے لیے درخواست ای میل کریں

اپنی فرصت کے مطابق بذریعہ فون یا ای میل نام رجسٹر کروائیں

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861-0336-6778561

ان شاء اللّٰہ

قرآن اکیڈمی جھنگ

کے زیر اہتمام

تراویح کے ساتھ

ترجمة القرآن

کے 3 پروگرام

رمضان المبارک کی بابرکت راتوں کے

چند لمحات قرآن مجید کے ساتھ

1۔ جامع مسجد عبید اللہ (گنبدوں والی)

محلّہ سلطان والا، جھنگ صدر

2۔ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، جھنگ صدر

3۔ الامیر ہاؤس،

متصل شہابل کلینک، گوجرہ روڈ، جھنگ صدر

شرکت کی دعوت عام ھے